



Kitab Kar

U33159

Date - 22/2-09

Title - ~~SUDHAKAR~~

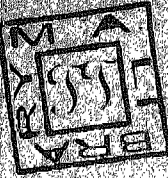
Creator - Thakur Ram Singh,

Publisher - Shanti Press (Badaun),

Date - 1932

Pages - 79

Subjects - Senaji Palah - o - Sudhakar i Palah -
Behood; Senaji Masail.



سہارا

مصنف

شاکر رام سنگھ - بی. اے

تخصیص دار (یو پی)

بہ اہتمام

رام سرن لال رستوگی منہجر

شانتی پریس یوں میں چھپا

M.A.LIBRARY, A.M.U.



U33159



تہذیب

19 SEP 1963

مصنف اس ناچیز سالہ ”سیدھاڑ“ کو اپنے افسر
 معظم عالی جناب مسٹر پتالال، آئی، سی، ایس
 کنشترالہ ابا د ڈویژن کے نام نامی واسم گرامی کے ساتھ
 معنون کرتا ہے۔

گر قبول اقتد ذہ ہے عز و شرف

خجاکست

ٹھاکر رام سنگھ بی اے
 تحصیلدار وانا گنج ضلع بدایون

۲۵ اگست ۱۹۳۲ء

CHECKED-212

3 4.
11.
(05)

باب اول

جدید طریقہ کاشت

یکمیا خواہی زراعت کن کہ خوش گفتمک گفتم
زرع لکائنش ترست و ثلث باقی ہم زرست

اپنا سونے کا ہندوستان نہ تجارتی بوجا اور نہ حرفتی سیہاں کی پرانی کہتا ہو
او تم کھیتی مدھم بچ کھین چاکری بھیک نمان
نوسے فی صدی باشندگان ہمارے ملک کے یا تو کاشتکاری پیشہ ہیں، یا
کاشتکاری پر انحصار کرتے ہیں باوجود کاشتکاری اور زراعت کی اہمیت کے
زمانہ قدیم سے اب تک کوئی نمایاں ترقی پیشہ زراعت میں نہ ملنے کی نہیں
ہوئی اور نہ کاشتکاران خیال کرتے ہیں کہ وہ اپنے آبائی واجارادی پیشہ میں کیونکر
ترقی کریں۔ ان کے سامنے اقتصادی مشکلات بھی ہیں۔ لالی اور ناداشتیت حالاً

دیگر مالک آپس کے جھگڑے۔ باطل پرستی سردراہ ہیں۔ یہ اسی رکاوٹیں نہیں ہیں جو ہمیں ہمیشہ کے لیے یا دوس کر سکیں۔ گورنمنٹ نے کافی تعلیم ترقی کرنے کے لیے دی ہے۔ اصول بھی موجود ہیں اور مثالیں بھی ہیں کھیتی کرنے کے لیے پانچ (پ) کی ضرورت ہے۔

(۱) پیسہ (۲) پانی (۳) پاش (کھاد) (۴) پردھن (مویشی) (۵) سہمی (۶) پیسہ ہر شخص کے پاس کفایت کرنے سے اور فضول خرچی سے باز رہنے سے بچ سکتا ہے اور خاص خاص صورتوں میں کوآپریٹو بینک اس مشکل کو حل کر رہے ہیں پانی کا انتظام بذریعہ چاہات و تالاب بہت جگہوں پر ہوا دہرکاری نہیں اس کے ماسوا ہیں۔

کھاؤ کے متعلق آئندہ تذکرہ تفصیل کیا جائے گا۔

پردھن یعنی مویشیوں اور آلات کشا و زری کے متعلق بھی کھاؤ کے ضمن میں بحث کی جائے گی۔

نگرائی اور وافت کار مزدور یہ دو باتیں زیادہ غور طلب ہیں۔

جہاں تک ہمارا خیال ہے کھیتی کی نگرانی صحیح نہیں ہوتی ہے۔ اور بہتر منہ مزدور بھی میسر نہیں آتے ہیں اس کے سلسلہ میں دو باتیں غور کرنا نہایت ضروری ہیں۔ اولاً کھیتوں کی تقسیم دوسرے خیال ہمدردی مزدوران۔

جب تک یہ دونوں باتیں صحیح نہیں ہوئی کھیتی میں کوئی نمایاں ترقی عام طور پر

نہیں ہوتی۔ ہر بیسویں یا پچیسویں سال کھیتوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بندریہ
تقسیم ہوتے چلے جاتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی صحیح جوتائی گمانی نگرانی
کاشتکاران کے امکان سے باہر ہوتی جاتی ہے۔ بعض طریقہ چاک بندی ہی ایک شاہد
طریقہ ہے جو اس خطرہ سے کاشتکاران کو بچا سکتا ہے۔ اگر کاشتکاران یہ امداد و مزید
اپنے اپنے کھیتوں کو یکجائی کر کے ایک چاک بنالیں اور ان کے بدلے میں اپنے
کھیت دوسروں کو چاک بنانے کے لیے دیدیں تو ان کے حقوق پر قانوناً کوئی اثر نہیں
پڑے گا۔

برضا مندی زمیندار باہمی چاک بندی تحصیل میں یہ آسانی تصدیق ہوتی
ہے۔ اس میں صرف ان مواضع میں وقت محسوس ہوگی جن میں آراضیات
دھنکر، بنجر، دو مٹاگ، الگ واقع ہیں۔ ایسی آراضیات کی چاک بندی بڑا
قسم زمین ہونا چاہیے۔ چاک بندی ہو جانے پر ہر کاشتکار کا یہ بھی فرض ہوگا کہ وہ
اپنے اپنے مربعوں کو بندریہ اونچی مینڈ یا بارھ ایسا رکھیں کہ برساتی پانی کھیتوں
سے باہر نہ جانے پائے۔ جب کھیتوں سے برساتی پانی باہر نکل جاتا ہے تو ان میں
قوتِ فصل پیدا کرنے کی نسبتاً کم ہو جاتی ہے۔ تیسرے جنس کے لحاظ سے کھیت کی
داشت دیکھنے میں آ رہی ہے یعنی اچھی جنس کے لیے کھیت کی عمدہ طور سے تیاری
کی جاتی ہے اور معمولی جنس کے لیے کھیتوں کی داشت اور کمائی بہت کم ہوتی
ہے۔ یہ طریقہ غلط ہے اگر جنس کے لیے کھیتوں کی عمدہ طور پر تیاری کی جائے

تو ہر جنس اعلیٰ پیمانہ کی ہوگی۔ دوسرا خیال کاشتکاروں کے لیے کچھ عرصہ کے بعد بھری ہوگا چاک ہندی کے ساتھ ساتھ اوس سکیم پر بھی اگر کاشتکاران توجہ کریں اور زمینداران ان کی امداد کریں تو مسئلہ نگرانی کاشت خود بخود حل ہو جاتا ہے یعنی ہر کاشتکار اگر اپنے اپنے چاک میں سکونت اختیار کرے تو اس کے لیے اور اس کے بچوں کے لیے جانوروں کے لیے جو سہولت اور سائیش ہوگی وہ محتاج بیان نہ ہوگی۔

چاک ہندی کے بعد جدید طریقہ کاشت ہر کاشتکار کے امکان میں ہوگا اور ایک کھیت سے دو دو تین تین فصلیں ہر سال حاصل ہو سکیں گی بشرطیکہ چار چار یا تین تین چاک کے کاشتکاران باہمی اتحاد سے چاہ پختہ آبپاشی کے لیے بنوائیں زرعی فارموں سے ہر جنس کا بیج حاصل کر کے کاشت کریں۔ گھوڑے یا اونٹ ہمارے یہاں ہل میں کام نہیں دے سکتے۔ اچھے ہل ہی ہل کے کام میں آسکتے ہیں مشین کے چھل یا بڑے بڑے ٹریکٹر صرف بڑے بڑے تعلقہ داران اور زمینداران بڑے پیمانے کی کاشت میں چلا سکتے ہیں اوسط درجہ کے کاشتکاران جدید ترقی یافتہ ہل استعمال کریں بغیر اچھی عورتائی کے اچھی پیداوار نہیں ہو سکتی ہے جب تک کھیت میں ایک فٹ مٹی یعنی کم از کم ایک بالشت اور چار انچل مٹی آڑی اور کھری عورتائی کے بعد بھر بھری ہو کر نسل آئے کے نہ ہوگی۔ گبیوں اور ایکھ وغیرہ ایسے کھیتوں میں ضرور داریں ہو سکتے۔ بھر بھری مٹی سطح کھیت پر اس لیے ہونا چاہیے

کہ کھیت کے اندر کی گرمی اور کھا دکی طاقت سو بچ کی کر نہیں اسے باہر نکھینچیں
 برخلاف اس کے برساتی پانی کی رطوبت اصلی سطح کھیت یعنی (آدھ) پر
 ایک دم پہنچ جائے۔ اگر ایسی تیاری کھیت کی ہوگی تو پودوں کو آگے میں تنگی
 نہ ہوگی۔ اور زمین کے اندر کے کیڑے آگے ہوئے پودوں کو ضایع نہ کر سکیں گے۔
 تندرست مٹی میں جو پودے آگے ہیں ان میں کھوکھی، گیر دا، رتا، بندھا کسی قسم
 کی بیماری کا اندیشہ نہیں ہوتا اور لہلہاتے ہوئے بوسے حسب دلخواہ ہری بھری
 فصل ہوتے ہیں پودوں کی زندگی کے لیے بڑھی زمین ہوا۔ روشنی پانی۔ اور کھا دلیہ
 ہی ضروری ہیں جیسے انسانی زندگی کے لیے صاف مکان۔ روشنی۔ اچھا پانی اور
 عمدہ غذا۔

یہ خیال غلط ہے کہ گھنے گھنے پودوں سے گھنی پیداوار ہوگی۔ پودوں کی
 نرائی اسی لیے ضروری ہے تاکہ ہر پودے کو کافی روشنی۔ ہوا وغیرہ بقدر ضرورت
 مل سکے لہذا بیج ڈالتے وقت بونے کا طریقہ ایسا اختیار کیا جائے کہ جس سے
 بیج پھیرا ہے یعنی گھنا نہ ہونے پائے اکثر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ علاوہ ایک
 کے اور فصلوں کو جن کو پانی کی ضرورت استہدائی میں ہوتی ہے بالیدگی کے وقت
 نہیں دیا جاتا۔ مثلاً گہوں کو کھلک یا انھن کے مہینے میں پانی دیکر چھوڑ دیا جاتا ہے
 اور جب فصل جوان ہوتی ہے اور بالیدگی کا زمانہ ہوتا ہے تو پودوں کو پیاسا چھوڑ
 جاتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دانہ بوجہ حدت پچاک جاتا ہے۔ جڑ مگرور ہو جاتی ہے

ہوا کے جھونکوں کو برداشت نہیں کر سکتے قبل از وقت خشک ہو کر درودگی کے قابل ہو جاتے ہیں اگر چھانگن کے ہمینے میں فصل گیہوں کی آبپاشی ایک مرتبہ کر دی جائے تو سوائی سپید ادا رہ کر کھیت میں ضرور ہوگی۔

برائے زمانہ میں کٹائی اور گہائی کے وقت کاشتکاران ایک دوسرے سے جتن کیا کرتے تھے باری باری سے بہ ادا باہمی یہ کام کیا کرتے تھے۔ اب بھائی بھائی کی بھی مدد نہیں کرتا ہر مالدار کاشتکاران بغیر مزدوروں کے کھیتی کاروں کا رہنیں کر سکتے۔ مزدور پیشہ اس فکر میں رہتے ہیں کہ انکی مزدوری زیادہ ملے اور کام کم کرنا پڑے اور جو کام کرنا بھی پڑے وہ عافا کرتے ہیں۔ تمیز سے کام نہیں کرتے ہیں۔ تجارتی مقامات پر سیکھے پڑھے مزدور کارخانوں میں کثرت سے ہو گئے ہیں مگر ان کے جھگڑے بھی نہ لے رہے ہیں۔ مزدوروں کی سبھائیں ان کا سنگٹھن یا انجمن ہائے اصلاحیہ ان کا سدھار نہیں کر سکتیں بڑے بڑے کاشتکاران و زمینداران کی ہمدردی۔ انسانی خیال۔ سلوک برادرانہ اور مزدوران کی وفاداری دونوں کو اپنے اپنے درجہ میں صحیح خوش رکھ سکتی ہو۔ اقتصادی نقطہ خیال سے لیٹ لیسٹر کیٹیل تینوں کی ایک ہی اہمیت ہو۔ یعنی ہمارے پاس زمین اور سرمایہ ہونے ہوئے بھی بغیر زمین و زمین و زمین (مزدوری) ہم کچھ پیدا نہیں کر سکتے اس لیے کاشتکاری دنیا میں جس قدر روپیہ۔ جانور۔ بیج کھاد کی ضرورت ہو اس سے زیادہ لیسٹر کی ضرورت ہو۔

اس لیے اس ضروری جزو کو با علم تندرست اور کار آمد اور اچھا کھنے کے لیے ان کی کافی پرورش اور داشت کی ضرورت ہو جب ایک مرتبہ یہ خیال پیدا ہو گیا تو پھر غیر اعتمادی سے غیر اعتمادی پیدا نہ ہوگی۔ چاک بناری میں مزدور پیشہ غیر جانبدار ضرور رہیں گے مگر ہاوس اسکیم میں ان کا خیال کرنا ضروری ہوگا۔

نسل کشی مویشیان | غیر ضروری مویشیوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جاتی ہو ہر کاشتکار کو ایسی ہی کارآمد مویشی رکھنا چاہیے

جن سے وہ فائدہ اٹھا سکتا ہو۔ یعنی بار برداری کے جانوروں سے بار داری کا کام ہوتا ہو اور دودھ والے مویشی دودھ کے کام کے لیے ہوں جب سے جنگلات زیادہ مزدور ہو گئے ہیں تب سے یہ وقت دن بدن بڑھتی جاتی ہو اچھے سانڈیا بیل، بھینسے، محکمہ زراعت سے گورنمنٹ نے جگہ بہ جگہ بچاویئے ہیں مگر لوگوں کو ان جانوروں کی صحیح عزت کا خیال ابھی تک نہیں ہو۔ طریقہ نسل کشی کا خیال کرتے ہوئے ہمارے منور نے ہر والدہ اگر گڑبست کے لیے ہندو عقائد میں پابند کیا ہو کہ وہ اپنے عزیز کے مرنے کے گیارھویں روز سانڈیا سانڈنی نمبر ڈال کر چھوڑ دے۔ باشندگان ایسے رقبہ کے سانڈیا اور سانڈنی کی عزت اور پوجا کرتے تھے۔ یہ کوئی حقیقت کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ جہلا کو نسل کشی پہنچانے اس پر وہ ہیں دیا گیا تھا۔ جواب تک کسی حد تک کامیاب رہا جو تندرست ماں باپ کے تندرست بچے ہوتے ہیں اگر مادہ بھینس اور گائے تندرست

رکھی جائیں اچھا پانی اور اچھا چارہ ان کو دیا جائے تو کوئی وجہ نہیں ہو کہ ہمارے یہاں بھی حصار کی سی گائیں اٹھ بیسی کیوں نہ پیدا ہوں۔

کاشنکاران کا مامیال ہو کہ کچھ اور باتوں کی پانی بھینسوں کی تندہی کے لیے مینہ پر باتوں کی پانی جیسا اور چاند کے لیے مینہ پر انہی بھینسوں کے لیے فائدہ مند پر علاوہ اسکے دیکھنے میں یا ہو کہ بھینس چار مینہ جو اس میں کچھ نہیں برا کدوہ ہوتی ہیں دو ایک ملک کو بہا میں ہم نے خود دیکھا ہو کہ عرب بھینسوں کی دل میں فائدہ دی جاتی ہو۔ نتیجہ یہ ہوتا ہو کہ ان کے ہاضمے خراب ہو جاتے ہیں۔ رنڈر سپٹ یعنی جانوروں کا ہیضہ کثرت سے پھیلتا ہو۔ ہزاروں جانیں ضائع جاتی ہیں جو دودھ والے جانور صاف رکھے جاتے ہیں ان کا دودھ ضائع ہوتا ہو۔ غلیظ جانوروں کے دودھ میں غلاظت سرایت کر جاتی ہو جو باعث متعدی امراض کا ہوتا ہو حتی الامکان جانوروں کو غلیظ تالابوں کا پانی نہ پلایا جائے۔ مویشی خانے میں خوش پوش ہی ہو کیوں نہ ہوں مگر ایسے بنائے جائیں کہ ایک جانور سے دوسرے جانور میں ڈھائی تین گز کا فاصلہ رہے۔ ان کے تھان ایسے چورس ڈھالو بنائے جائیں جس سے گوبر اور پیشاب ان کے پیٹھ سے اڑنے کی جگہ پڑا نہ رہے چرنی یا ناند روزانہ قتل اپنے برتنوں کے صاف کی جائیں۔ ہر مینہ میں جانوروں کو چورن باضابطہ دیا جائے۔ چوماس اور جاڑوں کے موسم میں ان کے جسم پر تیل کی مالش بھی ضروری ہو کہ جانوروں کی اصل غذا چارہ ہو کہ وہ بہت صاف ہونا چاہیے۔ جب سے ہندوستان میں آبادی

ٹھیکہ گئی ہو چرگا ہیں قریب قریب معدوم ہوتی جا رہی ہیں چرگا چٹانوں کے لیے از بس ضروری تھیں اور اب بھی ہیں اگر کاشتکاران بہ امداد زمینداران ہر موضع میں چرگا ۱۰ یا ۱۲ روپے رقبہ و بچہ کر لیں اور ان ہیں درختان کی سوختہ نصب کرا دیں تو یہ مشترکہ کارروائی ان کے لیے اور ان کے جانوروں کے لیے ان کے شغل کے لیے ایک چھوٹی سی فاسٹیری (جنگلات) کا لطف دینے لگے اور ان کی زرعی کوششوں میں بھی سہولت پیدا کر کے کامیابی کا سرا پیدا کرے گی۔

ایسی آرمی کی لگائی قیمت آرمی مزدور کے برابر دینے میں کاشتکاران کا کوئی نقصان نہیں ہو گا۔

کہا و جمع کرنے اور اس کے ڈالنے کا طریقہ جواب دیہات میں جاری ہو وہ بالکل غلط اور مضر ہو کہا یہ جاتا ہو کہ یہ طریقہ قدیم ہو اس لیے اس کو اتنا بُرا نہیں سمجھنا چاہیے۔ ایک طریقہ رہائش جو صرف دو آدمیوں کے لیے یا دس ڈھیر گھوڑے کے لیے ہو وہ ایک بڑی آبادی اور زیادہ تعداد گھوڑوں کے لیے صحیح نہیں ہو سکتا ہو پہلے آبادی کم تھی جنگلات زیادہ تھے سردستیاں لوگوں کی چھی تھیں بیماری سے مقابلہ کی قوت زیادہ تھی یعنی وائٹ مضبوط تھے اور دندان ساز کم تھے اب آبادی کی تعداد تہذیب کے ساتھ ساتھ زیادہ ہو گئی رہائش زندگی پیچیدہ ہو گئی ہو زیادہ تر آدمی قدرتی اور محنتی نہیں رہے بلکہ

دن بدن زیادہ ہوتی ہیں اس لیے کھاد اور غلات جو پودوں کی زندگی ہوا
 ہماری موت جو ان کو پودوں ہی کے میدان میں رہنا چاہیے۔ اس کا بہترین
 طریقہ یہ ہوگا کہ ہر گاؤں میں اتوار منایا جائے یعنی اتوار کے دن کوئی کام
 جو تائی۔ کھووائی۔ نرالی کا نہ کیا جائے۔ اتوار ولے دن ہر کاشتکار کو چاہیے کہ
 وہ دن کے چار بجے ایک وقت کھانا کھائے خواہ مذہبی خیال سے یا تندرستی کے
 لحاظ سے۔ کھانا بقیہ ہفتہ کے دنوں سے مختلف اور ہلکا ہو یا تھک ہو یا بھل والا ہو اس
 روز ہر کاشتکار اپنا فرض سمجھے کہ وہ اپنے گھر کا جمع کیا ہوا چھ دن کا گھور کوڑا خود
 ٹوکروں کے ذریعہ یا بھیلوں کے ذریعہ یا گاڑی میں بھر کر کسی اپنے قریب کے کھیت
 میں خندق میں ڈال کر دے۔ ایک ہل ولے کاشتکار کے لیے چار گز لمبی دو گز چوٹی
 تین گز گہری خندق اپنے قریب کے کھیت کے کھن کی سمت میں بنانا چاہیے۔ اگر
 ممکن ہو سکے تو ایسی خندق کو چھپے چھاوے تاکہ سورج کی کرنیں دھوپ کی گرمی
 سے کھاد محفوظ رہ کر اس کے آئینہ یا ادشتا پودوں کی زندگی کے لیے قائم رہے
 یہ کنوارے دھیرے سے جھٹکے دھیرے تک ہونا چاہیئے جھٹکے دھیرے پر کھاد
 والی کھنتی کھول دی جائے اور کھیت میں ڈیرہ نہٹ گہری ڈیرہ نہٹ بس اور
 کھیت کی چوڑائی بھر کھنتی کھو کر اس میں گھورا دفن کر دیا جائے۔ اور مٹی
 سے دبا دیا جائے۔ ایک کھنتی کا فاصلہ دوسری کھنتی سے آٹھ نہٹ ہونا چاہیئے
 دوسرے سال سے اس طریقہ سے اسی کھنتی میں کھاد ڈالا جائے۔ اس

طریقہ سے کھاؤ والے پرمہ بیس برس تک کیفیت میں کھاؤ والے کی ضرورت نہ ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ بڑے سے بڑا رقیہ کاشت بیس سال کے اندر کھاؤ دار ہو کر زمین کو زرخیز کر دے گا۔ اور گائوں کی صفائی بھی قائم رہیگی۔ تازہ کھاؤ کھلے کھیتوں میں ڈالنے سے مثل اس سوکھے ہاجلے ہوئے کھانے کے ہے جو ہمارے جسم میں جزو بدن نہیں ہو سکتا۔ بالکل کاشتکاران یا بڑے زمینداران اپنے یہاں کا کوڑا گو بر روڑا نہ کھیتوں کی کھیتوں میں ڈالوا سکتے ہیں۔ مگر ان کو ارکان بھی عام صفائی کے لیے اُن کو بھی سنا چاہیے۔

بیج کی خرابی یا کمزوری کاشتکار کی ساری کوششوں کو رائیگاں اور بے سود کر دیتی ہے۔ بہترین بیج بہترین اور قابل اعتماد فارموں سے لیا جاوے۔ اس کی جانچ کی جاوے۔ اور پھر کاشتکار کو چاہیے کہ نمونہ کے بیج سے اپنے ہاں نمونہ کا بیج پیدا کرے یعنی غائی کپاس۔ جوا۔ پوسا گیہوں۔ پیلی سرسوں۔ بڑا آلو۔ نئے ایجاد کردہ ترکیبوں کے پھل وغیرہ ہر کاشتکار کو پونا چاہئیں۔ اگر بیس بیگہ کا کاشتکار ایک بیگہ کاشت نمونہ کے بیجوں کے لیے ایک سال کے لیے چھوڑ دے تو آئندہ سالوں کے لیے وہ اسی ایک بیگہ سے اپنی کل کاشت کے لیے نمونہ کا بیج پیدا کر سکتا ہے۔ بیج کا دیکھ کھاؤ ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ آدمی اپنی نسل قائم رکھنے کے لیے اپنے بچوں کی داشت اور پرورش اور حفاظت کرتا ہے۔ بیج رکھنے کے

ہے زمین سے ایک گرو اپنے پرچسی یا گریزی بنائی جائے۔ مالدار کا شتکاران
 زمین سے تین فٹ اونچی پختہ اینٹ کی ڈاٹ لگا کر اس کے اوپر ایسی چرسی یا
 گریزی مین یا اینٹ کی بنوالین۔ توبیج کے داؤں میں دیک یا گھٹ لگنے کا
 اندیشہ نہیں رہتا۔ صحیح دانہ سے صحیح دانہ پیدا ہوگا۔ بہت سے بیج زمین
 میں دفن کئے جاتے ہیں۔ مثلاً ایکہ۔ اورک وغیرہ کا بیج وہ ایسے مقام پر
 رکھے جاتین جہاں زیادہ نمی اور زمین کی بھیک سے محفوظ رہے۔ یہی چھوٹی
 چھوٹی باتیں ہیں کہ جن پر جس قدر زیادہ غور کیا جاوے اتنی ہی زیادہ
 سودمند ثابت ہوگی۔

کاشتکارانہ زندگی کے لیے جس قدر اچھی پیداوار صاف زندگی
 رکھ رکھاؤ بیج کھاوا اچھے جانور ان کی ضرورت ہے۔ اُسی قدر ان کے
 لیے تین باتیں اور ضروری ہیں۔

۱۔ یہ کہ اپنے پیارے ہوئے اناج کو اچھے بازار میں اچھے نرخ سے
 فروخت کر سکیں۔ اور سود سے بچے رہنے کی کوشش کریں۔

۲۔ اپنے پسینے کی کمائی بلا وجہ کے جھگڑوں میں پڑ کر مقدمہ بازی میں
 صرف نہ کریں۔ اور اپنے زمین ارمان سے تعلقات محبت اور اعظام و کے
 بھین۔

(۳) سال میں چار بار پانچ مہینہ ہر کاشتکار کے بیکار گزارتے ہیں انکو

کسی کا رآمد اسودن پیشہ یا مشغلہ میں کام میں لائیں۔ یہ آخری بات ہر کاشتکار کے امکان میں ہے کہ وہ اپنے خالی زمانہ میں سن کی رسمیں بٹ کر فروخت کر سکتا ہے۔ ورزی اور بڑھتی کا کام سیکھ سکتا ہے۔ کپڑا بننا سیکھ سکتا ہے۔ یا اپنے ملک کی زبان میں نوشت و خواندہ سیکھ سکتا ہے۔ اور اسے سیکھ کر اپنے لیے آئندہ کے لیے کارآمد بنا سکتا ہے۔ بہت سے کاشتکار ہماری رائے میں اس زمانہ میں اپنے لیے کچی انٹیں بنا کر چھوٹی چھوٹی ٹالپوں میں اون کو پکا سکتے ہیں۔ اور کام معماروں میں مہارت حاصل کر کے دس پندرہ سال کی مساعی کے بعد اپنے لیے پختہ مکان بنا سکتے ہیں۔ یہ بیکاری کا زمانہ جو ان کی زندگی کا طم ہونا ہے۔ اس قدر فضول باتوں میں صرف ہو جانا ہے کہ جس کے نقصانات کو وہ بغیر اعلیٰ تعلیم کے سمجھ ہی نہیں سکتے۔ علاوہ پیشہ کاشتکاری کے مالدار کاشتکاران دودھ اور گھی کے جانوران نہ یا وہ تعداد میں ایک ایسے مقام پر رہ کر ٹکٹے میں جو کسی بڑے شادابی رقبہ اور ذرائع پودہ و درخت کی بڑی جگہ کے قریب ہو۔ ایسا کارخانہ گایوں اور بھینسیوں کا دس پانچ شخص مل کر بھی کھول سکتے ہیں۔ جس کی نگہداشت آپس کے پڑھے لکھے شخص کی سپرد و محوس تھو کہ اس کے جانوروں کی نسل کشی اور ترقی نسل جانوران کرتے ہوئے ان کا گھی اور دودھ فروخت کر سکے۔ مستعد بہ فائدہ

اٹھا سکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ گھی کی ضرورت دیہات میں بھی ہے اور شہروں میں بھی ہے۔ مگر کھن۔ دودھ اور چھای (مٹھا) بڑی بڑی آبادیوں میں فروخت ہو سکتا ہے۔ اسلئے یہ کارخانہ یعنی ڈیری فارم بڑی آبادی اور بڑی بستیوں کے قریب ہی ہونے سے فائدہ مند ہو سکے گا۔ اور اس کام کو بڑے بڑے زمین داران بھی اچھے پیمانہ پر چلا کر کامیاب ہو سکتے ہیں ایسے ڈیری فارموں کی دیہات اور شہروں کے لیے بڑی سخت ضرورت ہے۔ باشندگان شہر کو صاف دودھ۔ صاف گھی اور عمدہ کھن نہیں ملتا ہے۔ تھرکاریوں کا یا آمینرشی گھی اور خراب کھن اور ناقص دودھ ملنے سے شہروں میں زیادہ تر پیچھڑوں کی، جگر کی، دل کی، بیماریاں آئے دن بنی رہتی ہیں۔ باشندگان شہر جن کا تعلق زمیندار ہی یا کاشت سے نہیں ہے وہ اچھا گھی۔ عمدہ دودھ جالور رکھ کر حاصل نہیں کر سکتے۔ اگر رکھتے بھی ہیں تو صرفہ کے بموجب فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں دیہاتی زندگی کو چکدار اور ستھرا بنانے کے لیے باشندگان شہر پیشہ دکانداری۔ ڈاکٹری۔ وغیرہ کرتے ہیں۔ باشندگان دیہات ان کو غلام اور تزکاریاں بہم پہنچاتے ہیں لیکن گھی اور دودھ بھی عمدہ مہیا کر سکیں تو شہری زندگی بھی تندرست ہو کر آئے دن کے امراض سے محفوظ رہے۔ اسی طرح پر جب کہ ڈیری فارم سے دونوں قسم کی بستیاں

فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ پولیٹری فارم سے یعنی مرغی خانہ قائم کر کے دونوں قسم کی بستیاں اپنی اپنی ضرورت کے بقدر مستفید ہو سکتی ہیں۔ مرغیوں کی زندگی بھی دیہات میں بڑی غلیظ رہتی ہے۔ اور یہ بھی خاص وجہ ہے کہ مرغیوں کی پرواخت متقبول عام نہیں ہے۔ مرغیاں بھی بہت صاف ستھری مثل دیگر جانوروں کے رکھنی چاہئیں۔ اور ان کی نسل کشی کے لیے اچھے مرغی خانوں سے مادہ و نر خریدنا چاہیے۔ اچھی قسمین مرغیوں کی لکھنؤ کے پولیٹری فارم میں بہت کثرت سے ہیں۔ منار کا پینکٹن بیگ ہارن قسم کی مرغیاں اس حصہ میں بھی آسانی سے پائی جاسکتی ہیں۔ اگر اچھے پیمانہ پر مرغیوں کی داشت کی جائے تو یہ روزگاہ بہت جلد ترقی پکڑتا ہے۔ اور بہت جگہ پر منافع ثابہت ہوا ہے۔ اس کا رخانہ کے لیے زیادہ روپیہ کی بھی ضرورت نہیں۔ صرف چند امور ذیل کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ مرغیوں کی داشت اس طرح پر کی جاوے کہ ان کو ہر اتوار وائے دن گھڑھک اور آفے کی راکھ میں نہلایا جاوے۔ یعنی گن جھک اور آفے کی راکھ ملا کر ان کے پروں کے اندر جسم کی جلد پر چھوڑ دی جاوے۔ اسی طرح سے دن بھر پھرنے دیا جاوے دوسرے دن وہ اتھو صاف ہو جائیں گی۔ یا کپڑے سے انھیں صاف کر دیا جاوے

(۳) مرغی خانہ جانی دار ہر چوڑے کے لیے جدا جدا ہو۔

(۴) پانی صاف اور تازہ ملنا چاہئے۔

(۴) گھورے یا غلاظت پر چلنے نہ دیا جاوے۔ اس کے لیے وہ ایک بے چوڑے باڑے میں بند رہیں۔ اس باڑے کی زمین اس قسم کی بنا دی جاوے۔ جس میں کچھ حصہ کھودا ہوا ہے۔ کچھ حصہ سخت اور گھاس دار ہے۔ تاکہ وہ دھوپ بھی کھا سکیں۔ کھودے ہوئے حصہ بین زمین کے کپڑے کھڑے بھی کھا سکیں۔ اور دانہ ان کو دھان جو۔ باجرہ گیہوں فصل فصل کے موافق کھلے ہوئے میدان میں دیا جاوے۔

(۵) مرغیوں میں دہائی امراض یا مخصوص پیچک کا بڑا خطرناک مرض ہوتا ہے۔ اس سے بعض اوقات مرغی خانہ کے مرغی خانہ ایک دم تباہ ہو جاتے ہیں۔ اس دہاء سے بچانے کے لیے جس قدر صفائی و دہل کی رہے گی اسی حد تک بیماری سے حفاظت رہے گی۔ جو صاحب پٹری فارم کھولنا چاہیں ان کو لکھنؤ کلیر پٹری فارم ایک مرتبہ ضرور دیکھ لینا چاہئے۔

بڑے پیمانہ کی کاشت ہر بڑے زمین دار اور تعلقہ دار کو کرنا لازمی ہے۔ ہر و فیسر ہنگم باطم صاحب ایم، اے، کا راعتی فارم

جو ایک نمونہ کا فارم اس صوبہ میں ہے۔ اس کے دیکھنے سے تجربہ حاصل ہوگا کہ اس فارم میں کس قدر روپیہ لگاہے۔ اور کس قدر فائدہ ہوتا ہے ایک عرصہ ہوا تب یہ فارم ہم نے دیکھا تھا۔ اسی فارم کے نمونہ پر رائے بریلی میں راجہ سر رامپال سنگھ صاحب تعلقہ وار و سر داہ پوارہ سر داہ نہال سنگھ صاحب دوگیر صاحبان نے اپنے اپنے علاقوں میں فارم کھولے ہیں۔ الہ آباد کے فارم میں نئے نئے نمونہ کے بل مشین ٹریکٹر زمین کھودنے کی مشین۔ زراعت کی مشین۔ آبپاشی کی مشین۔ موجود ہیں اس فارم میں جہاں تک ہم کو یاد ہے نمونہ کا بیج ڈالا جاتا ہے اور کھیتوں سے کھا دھڑاتا ہے۔ دودھ والے جالارائے نسل کے موجود ہیں۔ ان کے مویشی خانہ اس قدر صاف اور قاعارے کے بنے ہوئے ہیں کہ جس کی وجہ سے جانوروں کی تندرستی بہترین تندرستی ہے اس زمانہ میں ایک گائے اس کا خانہ میں تھی جس کا پیرائشی سلسلہ امریکی نسل سے تھا۔ ہمارے یہاں کی گائوں سے کچھ زیادہ جسامت میں تھی۔ مگر اس کا ڈیل ڈول بڑا سڈول اور خوش نما تھا دونوں وقت میں وہ غالباً ۲۰ یا ۲۵ سیر دودھ دیتی تھی۔ اگر ایسے ہی نمونہ کے فارم۔ اور نمونہ کے جانوران ہر حصہ میں بڑے بڑے زمینداران رکھیں تو اس سے انھیں بھی فائدہ ہوگا۔ اور ان کے کاشتکاران کے سامنے ایک نمونہ

رہ کر ان کی کاشتکاری زندگی میں ترقی کا خیال پیدا کرے گا۔
 کاشتکاران کے لیے یہ بھی بڑا ضروری ہے کہ وہ اپنے پیدا کئے ہوئے
 غلہ میں سے اُرد، مونگ، ارہر، دھان، حتیٰ الوسع ثابت نہ فروخت کریں
 بلکہ دالیں، تیار کر کر فروخت کریں۔ چوکر اپنے جائیدادوں کے دائرہ میں
 کام میں لائیں۔ کاشتکاری کے پیشہ میں اگر ان تمام باتوں پر عمل کر لیا
 جائے تو سوائے آفات ارضی و سماوی کے۔ اور کوئی انا۔ بیشہ نہیں
 ہو سکتا ہے۔ آفات ارضی و سماوی انسانی اقتدار سے باہر ہیں جہاں
 پر ان کی کوششیں ناکامیاب رہی ہیں وہاں پر راج کی امداد سے
 سہولیت ہوتی ہے۔ ٹیڈی۔ سیلاب آتشزدگی۔ خشک سالی
 کے زمانہ میں اس ملک کو بڑا نقصان ہوتا تھا۔ سلطنت برطانیہ کے
 زمانہ سے کاشتکاران آفات آسمانی سے بہت محفوظ رکھے گئے ہیں۔
 ذرائع آمدورفت، تعلیم، ماہرین زراعت نے ایسی آفتوں کے قوت
 جو جو امداد و مخارج کو کمزور کیا ہے اس کے اظہار کی چنداں ضرورت
 نہیں ہے۔ بہر کیف اس خطرہ آسمانی کو خیال کر کے سلسلہ کاشت
 کو ہی بے قابو سمجھنا انسانی اہمیت کو بھی بھول جانا ہے جہاں انسانی
 عقل کام نہیں کرتی وہاں پر دعا کام دیتی ہے۔

باب دوم

طریقہ تندرستی و صفائی و بہیات

تندرستی اگر نہ ہو سا لاک تندرستی ہزار نعمت ہے

تندرستی ہزار نعمت ہے اس کو قائم رکھنا انسانی فرض ہے۔ اس کے قائم رکھنے کے طریقے مختلف صورتوں میں مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے اور ورزش پر دائرہ مدار رکھتے ہیں ہماری غذا صلیب یا ہماری غذا بہن بہن اور وریسے اجزاء کی ہو جو جسم میں خون صالح پیدا کر سکیں بیماری کی حالت میں ادویات سے غذا کو مدد دیکھتی ہے تندرستی کے زمانہ میں کوشش کرنا چاہیے کہ ہمارے روزمرہ کے کھانے میں کم سے کم پلیم حصہ دودھ ہو پلیم حصہ سبزی اور پھل ہو پلیم میں گیہوں چمنا ہو۔ غذا زود ہضم اور ہلکی ہو اور ایسی ہو جس سے کافی خون پیدا ہو۔ ہر لقمہ کو ۶۴ مرتبہ چبا یا جاوے پانی یا تو کھانا کھاتے وقت کھانے کے درمیان میں پینا چاہیے یا کھانا کھا

وقت قطعی نہ پیا جائے۔ ایک کھانا اور دوسرے کھانے کے درمیان اگر پانی پیا جائے تو بہت ہی اچھا ہے۔ پانی ٹھہر ٹھہر کر اور جیڑوں کو دبا کر پینا چاہیے۔ غذا کو اس قدر چبا یا جاوے جو مثل پانی کے حلق سے اتر جاوے ایسا کرنے سے دانتوں کا کام دانت خود انجام دین گے اور آنتیں اپنا کام خود کریں گی۔ ہر کھانے کے بعد دانتوں کو اس قدر صاف کیا جائے کہ اون میں کوئی ایسا مادہ نہ رہ جائے جس سے دانتوں کے امراض مثلاً پائیریا وغیرہ پیدا ہوں۔ دانتوں کے امراض سے جسم کا خون زہریلا ہو جاتا ہے۔ انسانی زندگی بتدریج زہریلے اثر سے گھٹ جاتی ہے۔ دانتوں کو صاف کرنے کے لیے نیم کی داٹوں اور نمک اور کرڈوے نیل سے دانت بہت ہی اچھی طرح صاف ہو جاتے ہیں۔ زیادہ ٹھنڈا پانی یا میلا پانی دونوں باضمہ کو خراب کرتے ہیں۔ ہاسی کھانا جسم میں رطوبت پیدا کرتا ہے۔ بالخصوص ہاسی گوشت سڑا ہی پورا فی مٹھائی سڑے یا پکے پھل تندستی کے لیے بہت مضر ہیں۔ زیادہ گرم کھانا ماحرہ اور دانت دونوں کے لیے مضر ہے۔ پان بٹنا کو۔ سگریٹ۔ حقہ۔ غیر قدرتی چیزیں ہیں۔ ضروری نہیں ہیں۔ بلکہ عادتاً زیادہ استعمال میں ہیں۔ ان کے استعمال سے دل، جگر، دانت اور آکھ کو نقصان پہنچتا ہے۔ شراب، ٹینگ اور افیون۔ سلفہ اور دیگر منشی اشعار قدرتی زندگی کے لیے اس قدر مضر ہیں جن کے اوپر علیحدہ علیحدہ بہت کچھ لکھا

جا چکا ہے۔ جس کے کھانے سے خدا فراموشی ہوتی ہے۔ اسی کو لقمہ حرام یا
 ناجائز کہتے ہیں۔ منشی ایشام کے استعمال سے اشتہا کا ذب پیدا ہوتی ہے اور
 اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسی چیزوں کے استعمال کرنے والے یا تو سوکھ جاتے
 ہیں یا غیر ضروری قریب ہو کر ان کو جلن۔ صراستھا کے امراض پیدا ہو کر جلد
 مر جاتے ہیں۔ منشی ایشام کے استعمال کرنے والے کوئی دماغی کام بھی اچھا
 نہیں کر سکتے۔ ان کا حافظہ اور دماغ کمزور ہو جاتا ہے۔ جتنی تندرستی اچھی
 ہوتی ہے اتنا ہی جلد نہ ہر بلا اثر ان چیزوں کا استعمال کرنے والے پہ ہوتا
 ہے۔ اعضائے ربیہ کے لیے قدرتی غذا جیسی ضروری ہے اسی طرح باہری
 جسم کے لیے کثرت کرنا ضروری ہے۔ کھیل کود۔ محنت مشقت دوڑ دھوپ
 یہ سب ورزش میں داخل ہیں۔ جسم کے اندرونی زہریلے اثر کو خارج کرنے کے
 لیے ہیں کوئی ایسی کثرت کرنا چاہیے جس سے پسینہ جسم پر آ کر مسام صاف
 ہو جاوے۔ اس کے بعد روزانہ غسل صاف پانی سے کرنے سے جسم کی اندرونی
 اور بیرونی صفائی ہوتی رہتی ہے۔ طریقہ غسل ایسا ہونا چاہیے جس سے جسم
 کے مسامات کے اوپر کوئی میل یا مٹی نہ رہے۔ ہر مہینہ میں تیل کی مالش کرنا
 تندرستی کے لیے مفید ہے۔ تیل کی مالش جاڑوں اور برسات میں بہت ہی
 زیادہ ضروری ہے۔ ہر کھانے کے بعد تین گھنٹہ کا وقفہ ہونا چاہیے دوسرے
 کے کھانے کے بعد نو روئی محنت کا کام لینے سے ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے شام

کا کھانا کھانے کے بعد فوراً ہی سو جانے سے بھی ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے۔

ہمارے رہنے سہنے کے مکان گنجان بستی سے اگر الگ ہوں تو نہایت ہی بہتر ہے اس کے اوپر مضمون مابین بین ہاؤس اسکیم کے اوپر ہم دودے چکے ہیں کہ اگر کاشتکاران و زمینداران اپنے اپنے زراعتی چکوں میں آباد ہو جاویں تو بستی کا دھواں خراب ہوا آبادی کی خشک غلیظ کچڑ وغیرہ کے مضر اثرات سے بطور بادوبانی امراض کے حملوں سے قدرتی طور پر محفوظ رہ سکتے ہیں۔ بڑی بڑی بستیاں اور آبادیوں میں ٹائون ایریا اور میونسپلٹی کی اسکیم جاری ہیں۔ گو بسٹ غالبہ نے بعض بعض اضلاع میں دیہات میں بھی اسکیم صفائی جاری کر دی ہے۔ اس اسکیم کا خلاصہ یہ ہے۔

ا۔ گائوں کے چاہات اچھتہ ہوں۔ اُن کی من زمین سے ڈبائی یا تین فٹ اونچی رہے من اس قسم کی آڑھی بنائی جاوے کہ پانی بھر نیوالے چرخی میں رستی وال کر پانی بھر میں تاکہ اُن کے پیروں کی گرد و مہ کیڑے پانی میں نہ جاسکیں۔ دوسرے اس سے یہ بھی فائدہ ہے کہ ہاشند گائے کنویں کی من پر بیچکر نہیں نہا سکتے نہ اُن کے جسم کا غلیظ پانی کنویں کے اندر جاسکتا ہے مٹی کے سنے ہوئے کوٹے یا خراب گھرے کنویں میں نہ ڈالے جائیں۔

سینٹری ویل جو درجہ اول کے ہوتے ہیں اُن میں اس بات کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے کہ درختوں کی پٹیاں کنویں کے اندر نہ جاسکیں۔ پٹیاں اندر گرے

سے پانی سٹرجاتا ہے۔ اگر کنویں کے اوپر تین ڈالریجائے تو یہ اندیشہ قطعی نہ رہے
برسات کے زمانہ میں باخصوص کالرا کے زمانہ میں کنوؤں میں آدھی چھٹا تک پوٹاس
ہر ہفتہ میں ہر کنویں میں ڈالنی چاہئے۔ محض پوٹاس کو کنویں میں ڈال دینے سے
کوئی نفع نہیں ہوتا ہے جب تک کہ وہ علیحدہ کسی برتن میں گھول کر نہ ڈالی جائے
۲۔ گھر کا غلیظ پانی مانی میں سے نکل کر سڑک پر یا گلی میں بہنے دینے سے کثرت

پیدا کرتا ہے۔ اور اس سے زہریلے پھیر پیدا ہوتے ہیں اس کیلئے پینٹیری اسکیم
میں یہ سمجھا گیا ہے کہ ہر مالک مکان کو چاہیے کہ وہ اپنے ناہارن سے ملا کر
سورج پشیمانی چہ بچہ ڈیڑھ گز لمبا ڈیڑھ گز چوڑا دو گز گہرا کھودیں اس گڑھے میں
لیمہ دیت اول بھرا جاوے اس کے اوپر لیمہ موٹا روڑا یا لکڑی ڈالاجاوے بقیہ اوپر
کے حصہ میں چھوٹا روڑا پختہ اینٹ کا یعنی بجری بھر دیئے سے چھ ہینہ تک بیچہ
گھر کے غلیظ پانی کو جذب کرتا رہیگا۔ بشرطیکہ اس کے چاروں طرف یا تو ایکٹیک
اینٹ لگا دی جائے یا ایسا انتظام کر دیا جائے کہ گلی کی گردیا اور جگہ کا پانی
چہ بچہ کے اوپر پھیل کر اس کے منہ کو گرو آلود کر کے فوٹ ہاؤز کو خراب نہ کر دے

۳۔ بم پولس

بم پولس دیہات میں نہیں ہوتے ہیں
نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باشندگان دیہات زیادہ
اپنے قریب کے تالابوں میں اپنی ضروریات رفع کرتے ہیں اور غفلت بادش
کے زمانہ میں انھیں تالابوں میں سڑ کر آب و ہوا کو خراب کر دیتی ہے آبادی کے

اندر کے تالاب آبادی کے لیے بہت مضر ہیں۔ ایسے تالابوں کے ہانے کی کوشش کرنا چاہیے۔ یہ مسات اور وبائی امراض کے زمانہ بین ہیسیبہوں کے جسم پر خوب تیل مل کر تالابوں میں چھوڑ دینے سے لیل کا جزو پانی کے اوپر آجاتا ہے جس سے طیر ہا کے چھڑکی پیدائش رک جاتی ہے۔ تالابوں کی کافی اور گھاس جافروں کے لیے بہت مضر ہے۔ باشندگان دیہات آپس میں چنہ کر کے آبادی کے اندر کے تالابوں میں اگر نصف پیپہ مٹی کا تیل کبھی کبھی ڈال دیا کریں تو پانی کی سطح بہت اونچا تک صاف رہے۔ ایسا کرنے سے دیہات میں جاڑے کی و باکم بھیلے گی۔ ہر گاؤں میں ہم پولس ہونا ناممکن ہے۔ اس لیے یہ مفید ہو گا کہ ہر مرد و عورت اپنی اپنی ضروریات رفع کرنے کے لیے خواہ اپنے کھیتوں میں یا قریب کے بھجریا جنگل میں خندقیں کھودیں اور نصابہ کو مٹی سے ڈھک دیا کریں ایسا ہونے سے یہ طریقہ سبک پٹرین سے بدرجہا بہتر ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ طریقہ بادی النظر میں تکلیف دہ ضرور معلوم ہوئے لیکن مگر کچھ عرصہ عمل کرنے کے بعد اس قدر مفید ثابت ہو گا کہ دیہاتی زندگی میں صفائی کا جزو اس قدر بڑھ جائے گا جس سے ان کے دماغی، جسمانی، ترقی و ن باران زیادہ ہوگی۔

دیہات میں دھوبی کپڑے صاف نہیں دھوئے ہیں۔ دیہاتی دھوبی کپڑوں کو

۴ کپڑوں کی دھلائی

غلط تالابوں میں بچا ڈالتے ہیں۔ چھپ کے زمانہ میں انھیں دھو بہوں کے

وٹھلے ہوئے کپڑوں کے ذریعہ سے بیماری پھیلتی ہے۔ دیہات میں کپڑوں کی دھوئالی کے پلے زیادہ بہتر ہو کہ کوئی خاص تالاب مخصوص کر دیا جائے۔ روزمرہ کے کپڑے ہر مرد اور ہر عورت کو اپنے آپ خود صاف کر لینا چاہئیں یہ رواج پہاڑی اضلاع میں دیکھا گیا ہے کہ وہاں کی عورتیں اپنے گھر کے کل کپڑے روزانہ خود دھو یا کرتی ہیں۔ ریٹھے اور پیچہ دیہات میں کثرت سے ملنے ہیں جو کپڑوں کے صاف کرنے کے لیے بہترین صابون کا کام دیتے ہیں۔ بانڈا میں کپڑے دھونے کا وہی بننا ہوا صابون عام طور سے فروخت ہوتا ہے۔

۵۔ آبادی کے افراد گھورے کوڑے انہیں ڈالنا چاہئے اس کے لیے ہم مضمون ماضی میں مفصل طور پر بتلا چکے ہیں کہ ہر کاشتکار کو اپنا گھور کوڑا کس طرح محفوظ رکھ کر کام میں لانا چاہئے۔ یعنی گھور کوڑا یا تو قریب کے کھیت کی کھیتوں میں دفن کر دیا جائے یا قریب کے افتادہ پنجر یا راضی میں خندقیں بنا کر گھورے کوڑے کو دفن کیا جاوے۔ ہر موضع کے زمینداران کو چاہئے کہ کاشتکاروں کے لیے راضی افتادہ میں گھورے کوڑے کی خندقیں بنانے کی اجازت دیں۔

۶۔ دیہاتی روشنی دیہاتی سٹیوں میں خواہ بڑی ہوں یا چھوٹی روشنی کا کوئی انتظام گلیوں یا چوراہوں پر

نہیں ہے اور اس کی چٹناں ضرورت بھی نہیں ہے اس سلسلہ میں ہر باشندے کو وہ باتیں یاد رکھنا ضروری ہیں۔ اول یہ کہ مٹی کا نیل سونے بیٹھے پاگھنا کھانے

کی جگہ پر کھلی ہوئی ڈبیوں میں نہ جلا یا جاوے، کیونکہ کھلی ہوئی ڈبیوں سے مٹی کے تیل کا دھواں آنکھوں، گلہروں کے لیے مضر ہے۔ ان کی بجائے اگر لائٹینس یا لمپ میسنر ہوں تو مٹی کے چراغوں میں، سرسوں، دواں، بنوے، انڈی، بھوا، ہاکیا کا تیل استعمال کرنا چاہیے۔ اگر ممکن ہو سکے تو مٹی کے تیل کے جلانے کے لیے دو لائٹینس رکھ لی جائیں ایک لائٹینس مستورات کے دستی استعمال کے لیے دوسری مزدوروں کے استعمال کے لیے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو برسات کے زمانہ میں شام کو کھانا دن سے بیمار کر کے کھا لیا جاوے جس سے عورتوں کو اندر مکان کے رات کے وقت سہا مان رکھنے یا جانے کی ضرورت نہ رہے۔ یہ دستور العمل اس لیے جو نامزدی ہے کہ دیہات میں سانپ اور بچھو کے کاٹے کے واقعات بہت ہوتے ہیں۔ اگر ایسا کیا جاوے تو سانپ اور بچھو کے کاٹے کی وارداتیں بخوشی تو سو کے صوبہ نما میں پچھلے سال ہوئی تھیں کم ہو سکتی ہیں۔

دیہاتی زندگی کے دل اب بڑی کے آ رہے ہیں۔ موجودہ گورنمنٹ ان کی بہبودی کے لیے ہر امکان کی کوشش کر رہی ہے اور وہ زمانہ قریب ہے جبکہ صوبہ کی کونسلوں میں دیہاتی و عسکری کی کثرت رائے ہوگی اور حکومت میں بہت بڑا حصہ اسی اکثریت کا ہوگا۔ جب تک کہ دیہاتی لوگ اپنے آپ میں صفائی، بچائی، ہمدردی، غیر غریبی، صحیح طریقہ تندرستی، صحیح حساب کتاب لیں، دین و کاشتکاری اور صحیح طریقہ کاشت، اعطاء و اعطیاء صحیح واقفیت قانون

ہا بناری اوقات کفایت شعاری پیدا نہ کریں گے۔ اس وقت تک جس کام کے لیے گورنمنٹ انھیں موزوں سمجھ رہی ہے نہیں کر سکیں گے۔ دیہات میں کشتی کے اکھاڑے، بکڑی اور پٹی کے اکھاڑے کسی زمانہ میں بہت رائج تھے۔ نئی روٹنی کے لوگوں نے ان اکھاڑوں کی سرپرستی چھوڑ دی ہے ہماری رائے میں ہر موضع کے بڑے بڑے زمینداروں کو ایسے اکھاڑوں کی سرپرستی اور اعانت کرنا چاہیے۔ کبڑی کھیل نے والی باڈی قائم کر دینی چاہیے۔ یعنی پورے ورڈز فٹن کو اور سرورڈہ کرنا چاہیے۔ جو کم خرچ اور سادہ ہیں۔

دیہات کے مدرسوں میں وہاں کے مقامی اسٹانڈرڈ سینٹری اسکاٹ ماسٹر بنیں اور سمجھدار طالب علموں کو سینٹری اسکاٹ بنا کر ان کو تعلیم دیں اور اشاعت کریں تاکہ ہر باشندہ کو اصول صفائی سے عملی واقفیت ہو جائے دیہات کے ہر شعبہ زندگی میں وہاں کے مقامی زمیندار، لوکل ٹیواری، سیر کے اسٹانڈرڈ پانچویں کے سپرنٹنڈنٹ ہر شعبہ کے اسکول کے ریپر ڈال سکتے ہیں۔ یہاں ہر ماہی بچانہ ہو گا کہ ہر تحصیل کی ریفارم بینک کے مرکزی پریسیڈنٹ صاحبان ان باتوں کو بخوبی سمجھ کر ان کا ہر چار اپنے اپنے سرکلوں میں انسانی ہمدردی کے ساتھ کریں۔ کیونکہ کاشتکار ان اگر تعلیم یافتہ نہیں ہیں تو ان کو صحیح تر بہت ہمدردی کے ساتھ ضروری جاسکتی ہے۔ اور ان کا سودا ج یا ادھار ان کے کھیتوں اور مکاؤں ہی سے ہے جس طرح وہیں گے جیسی زندگی بسر کریں گے

وہیسا ہی نتیجہ زندگی اُن کے سامنے ہو گا۔
 اذمکافات عمل غافل مشو گندم اڑ گندم برویدہ جو نہ جو
 پایوں کہتے کہ بقول انگریزی ضرب المثل جھاڑ کے درخت سے انجیر پیدا
 نہیں ہو سکتے۔ انجیر پیدا کرنے کے لیے انجیر ہی کے درخت لگانا ہوں گے ورنہ
 کوئی شخص ترقی نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ ترقی کرنے کی تسکلیف برداشت
 نہ کرے۔ انگریزی ضرب المثل ہے کہ ہم بڑھ نہیں سکتے تا وقتیکہ بڑھنے کے
 مصائب برداشت نہ کریں۔

باب سوم

باہمی اتحاد و اعتماد

بشر کو چاہیے ملتا رہے سب زمانہ میں
 کسی دن کام یہ حسبِ سلامت ہی جاتی ہے

انسان اشرف المخلوقات ہے۔ انسانیت اور مصیبت و سختی میں
 پورے زمانہ میں زندگی کو چار حصوں میں تقسیم کر کے گزارنے کے لیے کہا جاتا تھا یعنی

بہیم چہیت، گہست، بانو پرست اور سہاس یعنی بڑی۔ ازدواجی۔ دماغی
 جہد جہد اور ترک دنیا۔ اگر وسعت نظر سے کام لیا جاوے تو زندگی کی
 دو حصوں میں تقسیم کی جاسکتی ہے۔ یعنی کاروباری زندگی اور روحانیت کی زندگی
 کاروباری زندگی کے لیے وہ ہی پختہ جوان ہو کر دنیاوی جہد میں کامیاب
 ہونگے جن میں کام کرنے کی قابلیت۔ صحیح دماغی قوت۔ سچائی۔ دیانتداری
 انفاقی اور ایک دوسرے پر بھروسہ کرنے کی صفات ہونگی۔ یہ خاصیتیں
 مزاج میں صحیح طریقہ تعلیم ہی سے حاصل ہو سکتی ہیں جس سوسائٹی یا جماعت کا
 دلائل (غذا) (۲) بیو بار (اخلاق) (۳) بیو بار (کاروبار) (۴) بیو بار (پام
 رورنیشن) (۵) شکشا (تعلیم) (۶) گیان (معرفت الہی) (۷) (۸)
 کلا کو شلتا (صنعت و حرفت) (۸) کاریہ تہ پرتا (سلیقہ کام) صحیح نہیں
 وہ سوسائٹی دنیا کی جماعتوں میں زمانہ کے ساتھ نہیں دوڑ سکتی۔ دنیاوی
 رفتار میں اگر کوئی سوسائٹی آگے نہیں بڑھی تو پیچھے بھی نہیں رہ سکتی۔ یعنی
 یا تو ترقی کرے گی یا زمانہ کے ہاتھوں نیست و نابود ہو جائے گی مکانات
 بننے اور بگڑنے چلے آئے ہیں۔ خاندان چلنے اور اوپر چلنے چلے آئے ہیں
 مگر جن قوموں میں اتحاد و تعلیم اور متذکرہ بالا صفات قائم رہی ہیں وہ
 صفحہ ہستی پر کسی نہ کسی شکل میں قائم ضرور رہی ہیں۔ دنیا میں قائم رہ کر
 بھی ہمیں یہ سوچنا پڑتا ہے کہ ہماری آئندہ مجموعی زندگی کا انجام کیا ہو گا

دنیا سے علیحدہ ہو کر شخصی زندگی کے لیے مسئلہ بہت سہل ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ انسانیت اور مصوہیت کی دو خاصیتوں کو حاصل کر کے ہم آئینہ و ماعنی زندگی کی مثال میں اندر جائیں و ماعنی زندگی میں حصوں میں بہ آسانی تقسیم ہو سکتی ہے۔

(۱) جوگ (صوفیت) ۲۱، تپ (عبادت و نفس کشی) ۲۲، گیان (معرفت) ۲۳،
ان تینوں باتوں کا احساس آسان تو نہیں ہے لیکن کچھ بہت مشکل بھی
نہیں ہے بشرطیکہ۔

(الف) بنجیم (اعتدال) (ب) نیم (اصول)
(ج) آچار (طہارت) (د) دچار (ہائپرگی خیالات)
(دس) سداچار (تقدس) (ز) انساکسی (کو ایڈیٹ پیچا نا)
(دس) یشو پریم (محبت دنیا) (ص) ستیہ (راستی)
کے اصولوں پر درجہ بدرجہ قدم رکھتے ہوئے ان خیالات کی ہائپرگی اور اثرات
کو محسوس کر کے اپنا طرز زندگی صحیح کیا جائے۔ اس طرح کی زندگی میں کسی مذہب
یا ملت کے لوگوں کو بڑا کہنے یا ان سے نفرت کرنے کا نہ تو موقع ہوتا ہے نہ
ان کو نفرت کرنے کا خیال ہوتا ہے۔ اس قسم کی زندگی اعلیٰ پیمانہ کی ہوتی
ہے ہر شخص کے بس کی نہیں۔ ہمارا تعلق اس موقع پر کاروباری زندگی سے
ہی ہے اور اسی پر اور غور کریں گے۔ ہم اپنے روزمرہ کے کاموں میں اگر اعلیٰ

پہلے کی زندگی کے اصولوں کو جن کی تفصیل بیان اب گذشتہ میں دی گئی ہے کام
 میں لائیں تو پھر جماعت اُن قابل قدر جماعتوں میں ہو سکتی ہے جن میں
 خودداری قدرتی ہوگی۔ دوسرے اس کی عزت کریں گے۔ وہ حکومت کرنا بھی
 جانے لگیں اور احکام قوانین کی پابندی کو فرض سمجھ لگیں۔ جو جماعت احکام کی
 پابندی یا قانون کی عزت کرنا نہیں جانتی اُس میں اسن قائم نہیں رہ سکتا
 حکمرانی ہر صورت میں ہوتی چلی آئی ہے۔ حکمران اور محکوم میں یہی فرق ہے
 محکوم انوار کو اپنی اقتضائی و تمدنی اور اخلاقی مشکلات کو اپنے حکمران کے
 سامنے پیش کرنا پڑتا ہے خواہ وہ فرد کی شکل میں ہو یا نہ موجودہ کے طریقہ
 و فکر کی صورت میں ہو۔ ہر صورت میں صحیح واقعات ہی سے صحیح نتیجے
 نکلیں گے۔ ہم چاند کے لیے روکر چاند حاصل نہیں کر سکتے اور نہ ان قوموں کے
 ساتھ چل سکتے ہیں جن کا قومی اخلاق اُن کی ہمدردی و سلیقہ کا قومی نظم ہم سے
 بڑھا چلا آتا ہے۔ اکائی سے دہائی بڑا ہے اور دہائی سے سیکڑہ بڑا ہوتا ہے علیٰ ہذا تقیاً
 جو ہند سے اپنی اپنی جگہ پر ہوتے ہیں اُن کی قومی قیمت ہوتی ہے یعنی ۱۰۰ میں
 پہلا ہندسہ ۱۰ نہیں ہو سکتا اور دوسرا ۱۰ نہیں ہو سکتا۔ ترقی و تہذیب آزاد
 خیالی سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ جذبات کا غلام نہ بننا روحانی آزادی ہے مگر
 حکومت کا قانون توڑنا علیٰ آئندہ نہیں ہے۔ اگر ایسا ہم کریں گے تو ہم دنیا میں
 کسی کام کو نبھانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ یہ غلط خیالی داعی بیماری ہے۔

عقل سلیم نے اگر کام لیا جائے تو ہمارا دماغ ہم کو خود بنائے گا کہ حسد، حرص، غصہ، غرور، انتقام کے جذبات کے ماتحت جب تک ہم کوئی کام کریں گے۔ ہم اس میں کوئی خودداری اور کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ ہیک خیالی اور ہیک روی کے خیالات کا مرکز انسان کا دماغ ہے۔ جب تک دماغ فاسد نہ خیالات کا مرکز بن جاتا ہے۔ تو اس سے آئندہ ہیک خیالات کے صادر ہونے کا امکان نہیں ہوتا۔ ایسے دماغ سے حق تلفی۔ بیرحمی۔ شورش پسندی کے جذبات نکلا کرتے ہیں یہ سب باتیں ایک نامعلوم طریقہ سے واقع ہوتی رہتی ہیں اور ہم نہیں سمجھتے کہ ہم خود بخود ہی کی جانب کیوں راغب ہو رہے ہیں۔ امن و چین دل سے غائب ہو جاتا ہے اور خود کو بھی اپنی حالت نہایت پریشان معلوم ہوتی ہے۔ دنیا میں بہت سے جھگڑے ایسے رہتاؤں اور لیڈروں نے پیدا کئے ہیں جو دوسرے اشخاص کو وہ حقوق دینے کے لیے تیار نہیں بنجیں وہ خود اپنے لیے مخصوص کرنا چاہتے ہیں مصیبت کا تقاضا ہے کہ ہر ایک انسان کے ساتھ رحم اور انصاف سے برتاؤ کیا جائے۔ اور اس کو اس کی حیثیت اور قابلیت کے مطابق دیا جائے چنانچہ دنیا میں جتنے اعلیٰ درجہ کے عالم ہوئے ہیں وہ ہمیشہ (خود) رحمہ اور دوسروں کو رحمہ رہنے دے کے اصول پر عمل کرتے آئے ہیں۔ یہ بھی صحیح خیالی ہے۔ رحم سب نیکیوں کی بنیاد ہے۔ دوسروں کے ساتھ مروت اور ہمدردی سے پیش آنا۔ انصاف سے کام لینا۔ بدکاری و چوری سے پرہیز کرنا اپنے نفس پر غالب رہنا ہی سچی ہمدردی جو

جو شخص دوسروں میں اپنے آپ کو اور اپنے آپ میں دوسروں کو دیکھتا ہے
اُسے کسی سے خوف و ہراس پیدا نہیں ہوتا۔ یہی معصومیت کا معراج ہے۔
ہماری زندگی دوسروں کے ساتھ استفادہ و وابستہ ہے کہ ہم دوسروں کو بیل کر خود
آرام سے نہیں رہ سکتے۔ دنیا کے تاریخی واقعات غور سے دیکھ کر معلوم ہو گا کہ
باعزت و بلند مرتبہ وہی ہستیاں ہوئی ہیں جنہوں نے دوسروں کو زندہ رہنے
کا طریقہ بتلا دیا ہے۔ اور ان کے لیے زندہ رہنے کے سامان پیدا کئے ہیں، جہاں تا
بدھ کا قول ہے کہ جو کوئی شخص نبی پرودہ سے متاثر ہو کر کوئی کلام یا عمل کرتا
ہے تو دیکھ اُس کے پیچھے پیچھے آتا ہے۔ جیسے گاڑی کا پیٹہ بیل کے پیچھے
پیچھے چلتا ہے۔ زمانہ ہر ایک شخص کو اس کا حق ادا کرتا ہے جو لوگ اتحاد
اور اخلاق کو اپنی زندگی کا معراج بناتے ہیں دنیا کے حافظے سے فراموش
نہیں ہوتے ہیں۔ زندگی کی باہمی کشش میں اعتماد و اتحاد ہی آخرین بازی
یجائے ہیں۔ صحیح حکومت اپنا قانون۔ اعتدال ہمیشہ قائم رکھتی ہے ویسے
ہی قدرت اپنا اصول اور اقتدار قائم رکھتی ہے جو لوگ دنیا کا اس بگاڑتے
ہیں وہ خود بھی آرام نہیں پاتے ہیں۔ جن لوگوں میں بھائی اور اعتبار نہ نہیں
ان میں شرارت مکاری اور فریب چھپے رہتے ہیں۔ قدرت اس میں نہ کوئی ہارلی
آج تک چھپی ہے نہ چھپے گی اور نہ چھپ سکتی ہے۔ دنیا ایک شیش ہے اس
میں بدخیالی سطح پر منعکس ہوتی ہے اور اسی وقت سے باہمی اعتبار نہ

محبت دور ہو جاتی ہے اور آپس میں ایک خلیج واقعہ ہو جاتی ہے جسے عبور کرنا مشکل ہو جاتا ہے اعتماد ہی ایک اکسیر ہے جو دنیا کی تمام تکالیف کا بھیج علیان پیش کرتی ہے۔ اعتماد کے اصول جتنا ہمارے ملک میں تھے وہ دوسرے ملک میں تفصیلی طور پر نہیں پائے جاتے تھے۔ جوں جوں طاہری اخلاقی تناؤ بڑھتا گیا صحیح معنی میں اتحاد کا جزو در جزو کی زندگی میں کم دیکھا۔ بنانا تھی اور حیوانی زندگی پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ہمارا بنانا ت سے اور بنانا ت کا ہم سے اس قدر اتحاد ہے کہ ہم ان کی نکالی ہوئی ہو اسے زندہ رہتے ہیں۔ اور وہ ہماری نکلی ہوئی سانس سے قائم رہتے ہیں۔ ہم میں اس قدر تسلسل ہے کہ بغیر اس تسلسل کے سلسلہ زندگی قائم نہیں رہ سکتا نظرات سے سمجھ رہے گویا سمندر نظرات کا مجموعہ ہے۔ جیسے ہمارے جسم کے مختلف اعضاء اپنا اپنا کام علیحدہ کرتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہیں اور جو وقت علیحدہ ہونے کی کوشش کریں تو اعصابی نظام دہم یم ہو جائے۔ مثلاً اگر منہ کھانے کا فعل تریک کر دے یا مسودہ غذا کو قبول کرنا چھوڑ دے تو جیسہ مانی مشین بالکل معطل ہو جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر عضو دوسرے عضو کا محتاج اور شریک ہے۔ جسم کو ہم اپنا کہتے ہیں فی الواقع سب کا ہے اور سب کے جسم میں ہم شریک کار ہیں۔ سات برس کے اندر ہمارے جسم کے اندر ایسی دو وہیل ہو جاتی ہے کہ دوسروں کے اثرات سے ہم متاثر ہونے ہیں

اور دوسرے ہمارے اثرات سے۔ تسلسل میں تبدیلی اور تبدیلی میں تسلسل اس قدر ہے کہ ہماری وابستگی ایک دوسرے سے وہی اعتدال میں ہو سکتا ہے جسکو چھوڑنے سے قدرتی زندگی غیر قدرتی ہو کر بانی شر و فساد ہوتی ہے۔ تسلسل میں تبدیلی اور تبدیلی میں تسلسل کھلی ہوئی مثالیں دو صورتوں میں ملتی ہیں ایک ہمارے سونے کی حالت میں اور دوسری بچپن سے جوانی اور جوانی سے بوڑھاپے میں پہنچنے کی ہے۔ سونے کی حالت میں بادشاہ فقیر ایسے غریب سب کو ایک ہی احساس ہونے لگتا ہے آنکھ کھلنے پر اختلاف خیال ہوتا ہے۔ بچہ کا جسم بوڑھاپے میں وہی بچپن کا جسم استقامت بدلتی ہے۔ پڑتا ہے جس میں باوجود استقامت تبدیلی و تغیر کے کچھ پورا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ ایسے اچھے کی دنیا میں دوسروں سے نفرت کرنا گویا غور سے نفرت کرنا ہے۔ پریم ہی دنیا میں سب طاقتوں سے بڑی طاقت ہے عیسیٰ مسیح کا قول ہے کہ جو اپنے ہمسایہ کو نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے وہ مثل اُس فاعل کے ہے جو مقتول کو مارا ہے۔ ہمارے اوپر غصہ، غرور، حسد، حرص کا بھٹو جب سوار ہو جاتا ہے تب ہم ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں چوری کرتے ہیں اور قتل کرتے ہیں۔ جب ایسے آدمی کسی سوسائٹی میں کثرت سے ہو جاتے ہیں تب ہی اُن کو خیال ہوتا ہے کہ ہم میں سے کوئی آدمی ہماری نگرانی کرے یا ہم پر حکومت کرے یا ہم کو صحیح راستہ بتا دے۔ غالباً اسی خیال

کہے کہ حکومت کا خیال کسی سوسائٹی کو اپنا رہا ہوا ہوگا۔ ہزاروں آدمیوں کے خیال بنیادوں لاکھوں کے جذبات ایک حکمران کے ساتھ ہوا کرتے ہیں حکمران کی پرستش ماں باپ کی عزت اور استادوں کی خدمت باہمی اتحاد کا خیال و عزت جب حکومت کے ذریعہ سے قائم ہو جاتا ہے تب قوم ایک دل ہو کر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے بھی اپنی اخلاقی اور تمدنی حالت اچھی بنا سکتی ہے جب تک ہم ہیں باہمی اتحاد نہ ہوگا تب تک حکومت بھی ہماری اصلاح نہیں کر سکتی۔

باب چہارم

فرائض انسانی، اقتدار حکومت، احسان اور نیک نیتی

فرائض انسانی اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ جب تک ہماری ضروریات پوری ہوتی رہتی ہیں اور ہمارے متعلقین کے لیے کھانے پینے اور رہنے کا سامان بہ آسائش میسر ہے تب تک ہم اپنے لیے خوش قسمت سمجھتے ہیں اور افلاس کی حالت میں بھی مددھی سوکھی کھا کر بیٹھے

ہو اور انے پکڑے ہنکر اپنے بیوی بچوں میں سست رہتے ہیں۔ بہت سے قسمت
 غریب ایسے بھی ہیں جو بیماری اور تنگدستی کے ہاتھوں پریشان ہو کر دن
 رات دوڑو دوڑو کر رہتے ہیں اور اپنی قسمت کو بدلتے ہوئے اسی حالت
 میں گھرے رہتے ہیں۔ سکھی، دلھی، مالدار اور غریب اس دنیا کے
 چکر میں پھنکر اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔ بہت کم آدمی دنیا کے تغیرات
 پر بخور کرتے ہیں۔ ہم کو یہ سوچنا چاہیے کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا اس دنیا
 سے کیا تعلق ہے، دنیا میں اس قدر تغیرات کیوں ہیں۔ اس کا بنانے
 والا کون ہے، کوئی غریب ہے، کوئی مالدار ہے، کوئی خوش و مختار ہے،
 کوئی مقید ہے، کبھی سردی ہوتی ہے کبھی گرمی۔ کبھی سیلاب آتا ہے
 کبھی خشکی۔ جو بات آج ہے وہ کل نہیں۔ ایک بات اگر آج بھلی لگتی ہے
 تو کل جبری، ان تمام باتوں پر بخور کرنے کا شوق و تجسس ہونا چاہئے
 کہ دنیا میں کہاں پر سچائی اور استقلال ہے اس کی جانچ کیے
 جب تک ہم خود صحیح نہیں ہونگے۔ کوئی نیچے نہیں جاتے نہیں کر سکتے۔ اسلئے
 ہمارا سب سے پہلا اور ضروری فرض اپنے آپ کو صحیح کر کے روحانیت
 کی ترقی کرنا ہے۔ ہمارا دوسرا فرض دوسروں کے ساتھ ہنسی خوشی محبت
 اور سچائی کے ساتھ برتاؤ کرنا ہے۔ اپنے بزرگوں اور استادوں کے ساتھ
 ادب سے پیش آنا۔ بادشاہ وقت کے ساتھ وفاداری۔ اپنے سے چھوٹوں

کے ساتھ محبت اور نرمی۔ برابر والوں کے ساتھ خلوص اور ہمدردی اور اپنے سے نیچے دیکھنے والوں کے ساتھ رحم کرنا چاہئے۔ اس فرض کو ادا کرنے کے لیے ہمارا دوسرا فرض یہ ضرور ہوگا کہ ہم اپنے جسم اور دماغ کو صحیح اور مضبوط بنائیں کیونکہ ہماری روح تندرست جسم اور دماغ کے ساتھ رہ کر دنیا کے ڈرامہ میں اپنا پارٹ اچھی طرح کھیل سکتی ہے۔ جسم کی اچھی غذاؤں سے مضبوط بنا کر محنتی بنانا ہماری سے بچا کر حفاظت سے رکھنا بھی نہایت ضروری ہے ایسا نہ کرنے سے نہ روزمرہ کا کام کر سکتے ہیں نہ عبادت، ہمارا تیسرا فرض اُن لوگوں کے ساتھ ہے کہ جن کا تعلق ہماری ذات سے بہت قریب ہے ان میں سب سے پہلا تعلق ماں باپ سے ہے۔ ان کی خدمت، عزت، کرنا، اور اپنے طریقہ چال و چلن سے ان کی خوش رکھنا اپنا فرض ہے۔ دوسرا نمبر بیوی بچوں کا ہے۔ ان کی صحیح پرورش اور صحیح تعلیم دینے کے لیے ہم کو ہر امکان کی کوشش کرنا چاہئے۔ تیسرا نمبر پر دوست احباب اور خاندان لوگ ہیں۔

موجودہ زمانہ میں دیکھا جاتا ہے کہ ہماری سوسائٹی میں استریوں کی وہ وقعت نہیں ہے جیسی کہ ہوتی چاہئے۔ بھوک، پیاس، کام، کدودہ، تنوک، موہ، رگ، دھوئیں، سکھ، دکھ، سرد، گرم، مان آپ مان کی تکلیف جیسی مردوں کو ہوتی ہے ویسی ہی عورتوں کو۔

عورتوں کو بھی اپنی تہذیب، تعلیم، فرائض منصبی ایسے ہی سمجھنا چاہتیں جیسے
 کہ مرد سمجھتے ہیں۔ دنیا کی ترقی میں عورتوں کی امداد کے بغیر تنہا مرد کوئی ترقی
 نہیں کر سکتے۔ مردوں اور عورتوں کا چوتھا فرض اپنے سماج یعنی سوسائٹی
 کی اصلاح و ترقی ہے۔ سوسائٹی حقیقت میں ان ہی مرد و عورتوں
 کے مجموعہ کا نام ہے۔ جسکی طرف ہمارا پہلا فرض یہ ہو گا کہ ہم اپنے ہمارے
 اخلاقی اصول کو خراب نہ ہونے دیں۔ مجموعی طور پر ہی ہم کو ایسی غلط فہمیوں
 میں نہ پڑنا چاہیے جو ہم کو ہمارے اصول سے گراتی ہو۔ صحیح طریقہ زندگی
 وہی طریقہ ہے جو ہمیں ہمارے چاروں قسم کے متذکرہ بالا فرائض کی ادائیگی
 میں مدد دیتا ہو۔ محبت، پاکیزگی، سچائی، صدقہ دہی
 واقفیت، قومیت، ہمدانی، غیر خودی، قوتِ ایثار، حاکم دہی،
 نہیں ہوگی۔ ہم انسانی فرائض کی ادائیگی کے کسی درجہ تک اپنی سچائی
 اپنی نیک سوئی اپنی نیند اٹھ بیٹھنا، جو چاہے سو کرنا، بولنا، ملک اور رسم
 قوم کو چھوڑ دینا۔ قانونی حکومت سے دگردانی کرنا، احکام مذہبی کو
 چھوڑ دینا، شرم و حیا کو مالے طاق رکھ دینا یہ فرائض انسانی کے متذکرہ
 ہیں۔ مرنے مارنے سے نہ ڈرنا۔ دوسروں کو اپنی طبیعت کے مطابق پہچاننا
 پر مجبور کرنا۔ نفسیت آمیز تعصب لگانا۔ شرافت انسانی سے بے باقی
 ہیں۔ انسان اکثر فانیات ہے وہ بات بات کا پانی اور خوراک

بندشوں میں گرفتار ہے۔ مثلاً پیغمبر خداؐ من سے آزاد ہیں مگر خدا کے خوف سے غافل نہیں۔ اگر خدا کا خوف نہ مانا جائے گا تو بندہ فرماںبردار نہیں ہو سکتا۔ ہم یہی بہت سے آزادی آزادی پکار رہے ہیں۔ جو لوگ آزادی پکار رہے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کونسی آزادی کے خواہاں ہیں۔ اگر حکومت سے آزاد ہونا چاہتے ہیں تو انتظام ملک اور امن و امان کا کونسا راستہ بتلاتے ہیں۔ اگر قانون سے آزادی چاہتے ہیں تو غیر آئینی سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ مذہب و ملت سے آزاد ہونا چاہتے ہیں تو کون سے راستے سے خدا کو پہچان سکتے ہیں۔ رسم و رواج ملی سے آزاد ہونا چاہتے ہیں تو کون سے ملک میں آباد ہونا چاہتے ہیں۔ قوموں اور گروہوں سے آزاد رہنا چاہتے ہیں تو کون لوگوں میں مل جل کر بسر کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے تو آزاد فیروں کو بھی مرگ کا پابند پایا۔ اور محارون کو بھی پابند توجہ دیکھا۔

کہ کہ قطع تعلق کہ ام سٹ آزاد ہووہ زازہہ باخدا گرفتار راست
پابندی تسلیم اور رضا سکھاتی ہے سرکشی اور تنہا دی سے بچانی ہے
مکبر اور غرور سے محفوظ رکھتی ہے۔ ہمدردی سکھاتی ہے۔ رحم کی عادت
ڈالتی ہے۔ فرمانبردار کی کاخوگر بناتی ہے۔ عزت کے حقہ رعمہ صفیق اور
اخلاقی خوبیاں ہیں وہ سب پابندی سے ظہور میں آتی ہیں۔ ایسے ہیں اپنے

آپ کو بندہ فرمانبردار۔ بے عذر فرماں پذیر میر سمجھ کر انگساری کو اپنا رہبر بنا کر تسلیم جھکا کر شاہی فرمان کو بلا حجت بحال لانا چاہئے۔

اقتدار حکومت

حکومت اور قدرت اپنا اعتدال اور

قدرت میں جو چیز ناکارہ ہو جاتی ہے یا قدرتی اصول کی مخالفت کرتی ہے وہ چیز فنا ہو کر زمین میں لج جاتی ہے اور اُس کی گرد سے قدرت نئی چیز پیدا کر دیتی ہے۔ حکومت کے خلاف چلنے والوں کوں کا بھی یہی حشر ہوتا ہے۔ حکومت کا فرض محکوم کو صحیح بنانے کا بھی ہے، ہر ملک کا جغرافیہ، طبعی واقعات، رسم و رواج، تعلیمی اقتصادی صورتیں حکومت کی بناوٹ پر اثر ڈالتی ہیں۔ ہمارے ملک کا جغرافیہ، طریق معاشرت و میلے اور ملکوں سے بہت مختلف ہے۔ اس ملک کا انداز حکومت ہمیشہ سے فرمانبردارائی اور فرمانبرداری پر ہی رہا ہے۔ زمانہ حال کی وسعت جنالی ہمیں موثر کر رہی ہے۔ بایوں کہئے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اثر پذیر ہیں۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے نہ ہم موثر ہوئے ہیں اور نہ اثر پذیر ہونے کی قابلیت ہے۔ یورپ کا ستارہ اور جہاں ہم اُس کی تقلید نہیں کر سکتے۔ جیسا وہ سکھائیں ویسا البتہ سیکھ سکتے ہیں۔

مہندوستانی سوسائٹی کا چرخہ اس قدر چرخ چوں ہے کہ اُس کے کسی کو نہ

میں ابھی تک وہ احساسات و جذبات و ایثار نہیں پائے جاتے کہ جو دوسرے ملکوں میں موجود ہیں۔

ہمارے یہاں اخلاقی سہار کی جھڑبھڑ ضرورت ہے مکی سہار کی اتنی حاجت نہیں۔ موجودہ حکومت کے دینے ہوئے پر قناعت اور اپنے حکمرانوں کے وعدے پر اعتبار ہی ہمارے لیے صحیح راستہ بن چکا ہے۔ شاہی حکم کو قانون کہتے ہیں جیسے بادشاہ کی عزت کرنا لازم ہے ویسے ہی اس کے احکام قابل وقعت ہیں۔ قانون کے ذریعہ سے ملک کے باشندگان کے حقوق کی حدود قائم ہوتی ہیں۔ اس کا مقصد امن و امان قائم رکھنا ہے۔ سوسائٹی میں شیرازہ بندی مخلوق خدا میں اعلیٰ ترین اخلاقی اور نظام قائم رکھنا۔ اس پر عمل کرنے سے سوسائٹی اور ملک ترقی کر سکتا ہے۔ سلطنت برطانیہ کا قانون تمام دنیا میں مشہور ہے۔ ملک کے قانون توڑنے کا جرم بہرہیدہ کرنے کے نتائج بہت بھیانک ہے۔ تباہ کن اور روح فرسا ہیں۔ ملک کا قانون توڑنا۔ حکومت کو بگاڑنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی پل کے کھمبوں کو نکال دینا۔ کسی مکان کی دیواروں کو کھود ڈالنا۔ کسی خیمہ کی چوبیوں کو اکھاڑ ڈالنے سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں، بالکل وہی قانون شکنی سے نمودار ہوں گے۔ ہر اخلاقی طور سے سیدھا ان میں اگر ہنگامہ برپا کرے گی۔ قانون شکن طابع کو

پھر قانون پر عمل درآمد کرنا مشکل ہو گا۔ بادشاہ خدا کا سایہ ہے۔ اوس کی اطاعت کرنا ہمارا فرض ہے۔ خدا جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے حکومت عطا کرنا ہے۔ جس کو چاہتا ہے دولت دیتا ہے۔ اُس کی قدرت میں ہر چیز ہے۔ فتنہ و فساد پیدا کرنے والوں کو خدا دوست نہیں رکھتا۔ بادشاہ کسی ملت کا ہو اُس کی اطاعت کرنا ہمارا فرض ہے۔ بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنا ہر مائتہ کے خلاف بغاوت کرنا ہے۔ بادشاہ انسانی شکل میں خدا کا منظر ہے۔ وہی وہ ہیں بادشاہ کا مرقہ خدا کے بعد قرار دیا گیا ہے جو شخص بادشاہ اور اُس کی حکومت کو تکلیف دیتے ہیں وہ یہاں بھی تکلیف اٹھاتے ہیں اور دوسری دنیا میں بھی تکلیف اٹھائیں گے۔

احسانات گورنمنٹ برطانیہ | مہاجرات کے بعد ہندوستان کا ستارہ معروض زوال میں

آباد پھر بھی ابک نہ ہا وہ عرصہ تک ہندو راجگان حکومت کرتے رہے جن میں سے بعض بعض راجہ ایسے جلیل القدر گذرے ہیں کہ جن کے کارناموں سے تاریخ کے صفحات ہنوز درخشاں ہیں۔ مہاجرات کے زمانہ کو پانچ ہزار برس سے کچھ نہ ہا وہ مدت گذری ہے۔ راجہ پرورد اور پرتھی راج کے زمانہ سے ہندوستان پر مغربی حملے شروع ہوئے۔ اور انگریزوں کے آئے سے پہلے ۱۰۰ برس تک اس ملک پر بیرونی حکمران حکومت

کرتے رہے۔ اور اکثر تمام ملک میں طوائف الملوکی کی حالت رہی۔ جب برطانوی قوم ہندوستان میں آئی تو اس وقت مغلیہ راج کا چراغ گل ہو رہا تھا۔ دلی کے مغلیہ فرمانروا محض شاہ شہر بنج تھے بڑے صوبوں پر مرہٹے راجپوت اور خود سلطنت مغلیہ کے صوبیدار خود مختار حکمران تھے۔ اس زمانہ میں زندگی پر اسن نہیں تھی۔ نہ کوئی سلسلہ تعلیم ملک میں تھا۔ نہ وسائل آمدورفت تھے۔ نہ شفا خانے تھے نہ حفظان صحت کا کوئی ادارہ تھا۔ صرف قومی وجود نظر آتا تھا۔ ملک باہمی کے سیلاب میں بہا جا رہا تھا۔ اس وقت ہماری حفاظت کے لیے ایسٹ انڈیا کمپنی کے افسران و مدبرین نے ہماری مدد کی۔ باشندگان نے ایسٹ انڈیا کمپنی کا خیر مقدم کیا۔ اور کمپنی کے راج نے ہندوستان میں برہمنی اور خانہ جنگی کے دور کرنے میں بڑا حصہ لیا۔ ۱۸۵۷ء میں پھر کچھ حصہ ملک میں برہمنی پھیل گئی۔ اس کے بعد ۱۸۵۷ء میں پارلیمنٹ کے قانون کی رو سے ہندوستان کی حکومت انگلستان کے شاہی خاندان میں آئی۔ اور ہمارا فی ملک و کٹوریہ آجہانی سب سے پہلی فرمانروا ہندوستان انگلیڈ کے شاہی خاندان سے ہوئیں۔ موجودہ بادشاہ سلامت شہنشاہ جارج پنجم ہمارے تیسرے شہنشاہ ہیں جنکو حکومت کرتے ہوئے قریب بائیس سال کے ہوتے ہیں۔ ان سے پیشتر ہمارا فی

دکوڑہ کے بڑے شہزادے بہاراج ایڈورڈ وینٹم دس گیارہ سال تک
ہمارے حکمران رہے۔ غرضکہ تاج برطانیہ کا سایہ ہمارے اوپر ۴۷ سال
سے ہے اس دوران میں ہندوستان نے جو ترقی کی ہے وہ دنیا
کے سامنے ایک تعجب انگیز کرشمہ ہے۔

برٹش گورنمنٹ کا دور حکومت پانچ لاکھ مواضعات پر ہے۔ جو

۱۲ صوبوں میں ہیں۔ اور یہ ۱۷ ہندوستان برٹش ہند ہے باقی ۱۱ حصے
ہندوستانی حکمرانوں کے تحت میں ہے۔

موجودہ ہندوستان کا موازنہ آگرس ۸۰۱ عیسوی والے
ہندوستان سے کیا جائے تو اس زمانہ کو ملک کی ظاہری شکل و صورت
یہ ہوگی۔ کہ ہزاروں مربع میل زمین غیر آباد جنگل بھری۔ چھوٹی چھوٹی
بستیوں کا بجا آباد تھیں۔ نہ سڑکیں تھیں نہ ریل۔ نہ ڈاک خانے نہ
تار گھر۔ نہ ٹیلیفون، نہ شفا خانے اور سگا پن، عدالتیں اس زمانے میں
نہیں تھیں۔ دیواروں پر کشتیاں چلتی تھیں نہ پہلے تھے نہ جہاز تھے۔ اس
زمانہ کے پوجاری اور چتری لوگ جو نیرتھوں کو جانتے تھے وہ
گویا دوسری دنیا کے سفر کی تیاری کر کے جاتے تھے۔ ہزاروں آدمی
راتے میں مر جاتے تھے۔ لشکر ہی ہندوستان تھا۔ اور فوج کے ذریعہ
حکومت ہوتی تھی۔ بغیر قافلہ کے تنہا مسافر سفر نہیں کر سکتا تھا۔ راستے۔

خراب صفے، ظلم و ستم کا دور تھا۔ آبادی کا اوسط مردم شماری ۱۸۷۰ء میں
 اس سے آدھے سے کچھ زائد تھا۔ برعکس اس کے بیسیویں صدی کے شروع
 میں ہم موجودہ ہندوستان میں ۵۵ کروڑ ایکڑ مزرعوں پر قبضہ پائے ہیں۔ بعض
 بعض مقامات پر جدید طریقہ کاشت پر کاشت ہو رہی ہے جو پھل اور دیگر کاموں
 اٹھا رہی ہیں صدی میں میسر نہ تھیں وہ آج گھر گھر موجود ہیں۔ جنگلات
 کے افسران نے جنگلات موجود ہیں بڑی نمایاں ترقی کر کے جنگلات کو
 مفید اور کامیاب بنا دیا ہے۔ اب جنگلات محض درندوں کے مسکن نہیں
 رہے۔ لکڑی کے کارخانے، کوئلہ، کھدے کے کارخانے ان جنگلات سے
 جاری ہیں۔ موجودہ حکومت میں ساٹھ ہزار میل پختہ و خام سڑک
 برٹش ہندوستان میں موجود ہے۔ ہزاروں میل ریل گاڑی چلتی ہے
 جو مہنتوں کے سفر کو مندوں میں طے کرتی ہے۔ لاکھوں موٹر اور ہزاروں
 لاریاں پختہ و خام سڑکوں پر چلتی ہیں۔ سائیکل اور موٹر سائیکل بجائے
 پالکی، پہلی اور شتر گاڑی کے ہر حصہ ملک میں پائی جاتی ہیں۔ برٹش
 انڈیا میں (۱۹۵۸ء) سے ودرسگا ہیں جن میں ۱۹ بڑی بڑی
 یونیورسٹیاں ہیں اور (۱۳۱۷) بڑے بڑے کالج ہیں۔ ۲۸۳۳ ای
 اسکول ہیں ۱۲۱۰۰۰۰ سے زائد طالب علم ان درسگاہوں میں اب
 تعلیم پاتے ہیں۔ ۱۸۸۱ء کے بعد سے نصیب جات اور شہروں میں نمایاں

ترقی ہوئی۔ ہیونٹن، ٹاؤن ایریا۔ نوٹیفکاٹن ایریا بڑے بڑے شہر اور بڑے
 بڑے قصبہ میں بالترتیب ہیں۔ دس ہزار یا اس کی اوپر کی آبادی کی
 بنیاں ہیونٹن ایریا میں ہیں۔ اور اس سے کم آبادی کی نوٹیفکاٹن ایریا
 پانچ ہزار یا اس سے کچھ کم کی آبادی کے مقامات ٹاؤن ایریا میں جن
 کے انتظام صفائی، روشنی، آب و ہوا، سڑک مقامی پنچائتیں اور ہیونٹن ایریا
 اپنے اپنے چنے ہوئے نمائندوں کے ذریعہ سے کر رہی ہیں۔ اس کے علاوہ
 کے بعد ترقی اس صوبہ میں ہوئی وہ اس قدر بڑی ترقی ہے جس کا
 کوئی مقابلہ اٹھا رہا ہو جس صدی کے زمانہ سے کرنا ممکن نہیں۔ ہمارا صوبہ
 ۵۰ میل لمبا اور ۲۵ میل چوڑا ہے۔ جس میں ۸۸ ضلع اور چار کمزور
 اسی لاکھ کو قریب آبادی ہے۔ ہر ضلع میں عدالت ہائے مال و فوج داری
 و بوائے موجود ہیں۔ اور ہر ضلع کا چار جج بڑے بڑے ممبر قابل افسران
 کے تحت ہیں۔ ان عدالتوں کے فیصلے جات کی اپیل کے لیے عدالت
 ہائے کشمیری، پورٹو، ہائی کورٹ موجود ہیں۔ چھوٹے چھوٹے معاملات
 کے تعین کے لیے گاؤں گاؤں پنچائتیں قائم کر دی گئی ہیں۔ دیورائی تیس
 شمار ہے کہ ہندوستان کے کسی نہ کسی حصہ میں ہر دسویں سال چھوٹا
 قحط اور ہر چالیسویں سال بڑا قحط پڑتا تھا جس سے لاکھوں جانیں ضائع
 ہوتی تھیں۔ موجودہ زمانہ میں ذرا تھ آ، روشت و کھانہ رعیت و حکومت

نے جو سہولتیں قحط زدوں کو پہنچانی ہیں۔ وہ اظہارِ شمس ہیں آبپاشی کے وسائل بذریعہ نہروں چاہا متنا بکثرت ہیں۔ اور بعض بعض اضلاع نہروں کی بدولت بڑے مالدار ہو گئے ہیں۔ وسائل آبپاشی نے قحط کے خطرات میں بہت کمی کر دی ہے۔ مویشی شفا خانہ جات کی موجودگی نے امراض مویشی کے پھیلنے میں بڑی روک تھام کی ہے اٹھارہویں صدی کے لوگ مویشی کے امراض کو باوا ابے پال کی خفگی کا باعث سمجھتے تھے اور خراب پانی خراب چارہ جو مویشیوں کو ملتا تھا اس کی اصلاح کی طرف اور ادویات کی طرف تو ان کا دھیان بھی نہیں جاتا تھا چچک کی بیماری و بارعام تھی۔ یہ مائاتی بیماری سمجھی جاتی تھی ہسٹریا کے مرض کو بھوت پریت کی چال سمجھتے تھے۔ غرض کہ بجائے حکم اور ڈاکٹروں کے ہنگاموں میں سیانے اور بھگت مخلوق خرا کو دھوکا دینے اور لوٹنے تھے۔ جائزوں کا رکھ رکھاؤ اب پہلے سے بہت اچھا ہے۔ بڑے مقاموں پر شہر کے بعد سے یورپین اصول پر ڈیری فام بھی کھولے گئے ہیں جن میں مکھن اور گھی نئے طریقہ پر جاریہ مشینوں سے نکالا جاتا ہے۔ غریب کاشتکاروں کی امداد کے لئے نقادوی اور کوپریٹو بنک قائم ہیں۔ کاشتکاروں کو سود خوردوں سے بچانے کے لیے آئینی امداد ملنے کی امید ہے اور یہ تمام گورنمنٹ کے

نیر غور ہے جس قدر ذرائع آمد و رفت بذریعہ ریل، شلرک، لاری، موٹر
 و ہوائی جہاز ۲۶ برس کے اندر بڑھے ہیں۔ اسی طور پر مردم شناسی بھی تیزی
 جا رہی ہے۔ اب ملک میں تہذیب ہے۔ تعلیم ہے۔ اخباری دنیا ایک
 نئی دنیا ہے۔ تار گھر ٹیلیفون گھر بیٹھے ہزاروں میل کی باتیں منٹوں میں
 سناتے ہیں، غرض کہ ہماری تہذیب مغربی تہذیب کے زیر سایہ
 استغیر بڑھ چڑھ گئی ہے کہ اب ہمیں اپنا خیال آیا اور اپنے عین
 سے بحث کرنے کی جرأت ہو گئی۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ خیال سوتے سے
 جاگنے کا ہمیں پر طاقوی تہذیب ہی نے سکھایا۔ اور اس کے سایہ
 میں رہ کر روشن قوم کی روشن خیالی اور وسعت نظری ہم سیکھ سکتے
 ہیں۔ ایسا کرنے سے ہماری معیار زندگی میں اضافہ ہو گا۔ اور مختلف
 طبقات آبادی پر مضبوط پڑھ جائے گا۔ جتنا طریقہ زندگی ہمارا صحیح ہوتا جائیگا
 اسی کے موافق طرز حکومت ہماری نشا کے مطابق ہوتا جائے گا۔
 سیاسی میدان میں ہم دو مالگوں کی خدمت نہیں کر سکتے۔ اور نہ
 دو جہاز اجداد اصولوں پر قدم رکھ کر کامیاب ہو سکتے ہیں۔

باب پنجم

کرم بدھی پر پردہ مضر اثرات

عدم ادائے ٹکس و پکٹینگ

وہ چال چل کہ فرق نہ آئے وقایہیں

وہ کام کر کہ یاد رہے روزگار میں

یہ بات سب کو تسلیم ہے کہ انسان اپنے افعال کا جواب دہ ہے اس مسئلہ پر بڑے بڑے فلاسفوں اور محققین نے کتابیں لکھی ہیں ہمارے سامنے اپنے افعال کی جانچ کے لیے صرف ایک ہی سوال آتا ہے کہ کون سا کام اچھا ہے اور کون برا ہے بعض بعض ایسے نازک موقع ہنگام زندگی میں پیش آتے ہیں جن پر یہ جاننا مشکل ہو جاتا ہے کہ کون سا کام کرنا چاہیے اور کون سا نہیں ؟ مثلاً انگریزی کے مشہور ڈراما نویس

شکسپیر نے مہاٹ کا ڈراما لکھا ہے۔ اس کے نقشہ کو پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ ڈنمارک دیش کے مشہور شہزادے مہاٹ کے چچا نے اپنے بھائی یعنی مہاٹ کے باپ کو مار ڈالا۔ اور مہاٹ کی ماں کو اپنی بیوی بنا لیا۔ تب اس راج کمار کے من میں یہ جھگڑا پیدا ہوا کہ ایسے باپنی چچا کو مار کر اپنے باپ کا بدلہ لوں یا اپنے جتنی چچا اور سوتیلے باپ اور گدی پر بیٹھے ہوئے راجہ کی اطاعت کروں اس سوچ میں پڑ جانے کی وجہ سے شہزادے مہاٹ کی جو حالت ہوئی ہے وہ ڈراما نگار کے پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے شہزادہ مہاٹ یہ کہتے کہتے پائل گیا کہ زندہ رہوں یا مر جاؤں۔ یہ بات بڑی اونچائی ہے۔ ہمارے لیے اتنے گہرے پانی میں جانے کی ضرورت بھی نہیں۔ ہم کو ہر کام کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے جانچ کرنے کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔ بشرطیکہ ہم اپنے اچھے اصولوں کے مطابق اپنی عادت بنالیں۔ ہر مذہب میں ایسے اصول پائے جاتے ہیں جو ہم کو پابند کرنے ہیں۔ کہ کسی کو نقصان نہ پہنچاؤ چوری نہ کرو۔ قاتلان کے اندر ہو۔ سچ بولو۔ بزرگوں اور حکام کی اطاعت کرو لیکن (میں یہ کروں یا وہ کروں) اس فکر میں پڑ کر آدمی پاگل ہو جاتے ہیں۔ پرد فیسر جان اسٹورٹ مل کا قول ہے کہ۔

”وہی کام دنیا میں سب سے اچھلے جس کام سے بہت سے لوگوں کو آرام پہنچے“

ہماری روزمرہ کی زندگی کے لیے وہی کام اچھا ہو گا جو ہم پر امن خوش اور تندرست رکھ سکے۔ زندگی کا حاصل کام کرنا ہے اور کام کرنا ہی سب سے بڑی عبادت ہے۔ سب لوگ ایک ہی کام کرنا رو باری زندگی میں انجام نہیں دے سکتے اس لیے ہماری کاروباری زندگی میں جو جو کام ہم کرتے ہیں ان کے لیے جدا جدا پابندی اور قانون ہے۔ بغیر پابندی ہمارے افعال مذہب اور قانون سے آزاد ہوں گے۔ مذہب دنیا کا سب سے بڑا راستہ ہے جس پر انسان چل کر اپنی معاشرتی، اخلاقی، تمدنی، زندگی کو سدا رہا رہا ہوا اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہ دینا ہوا اپنے کماٹے ہوئے روپیہ سے اپنی زندگی کو گزارتا ہوا خدا شناسی میں مصروف ہو کر قدرت کے بہترین اصولوں کو اپنی زندگی کا معیار بنائے۔ خود قانع رہے اور دوسروں کے لیے مثال قائم کرے جو افعال ایسی زندگی کو پر امن نہ رہنے دین وہ بد افعال ہی نہیں بلکہ ایسے افعال ہیں جو برا فضالی سے بدتر ہیں۔ اور ہمارے خیال میں لا مذہب افعال ایسے افعال ہوتے ہیں۔

نہ ہی یا قدرتی قانون کے ساتھ ساتھ اس کی امداد کے لیے
 ہر ملک میں اس کے ملکی قانون ہوتے ہیں۔ ملکی قانون کا منشا یہ بھی
 قریب قریب وہی ہونا ہے جو قدرتی یا مذہبی قانون کا ہونا ہے
 ملکی قانون بھی باشندگان کو برا فعلی سے بچانے کے لیے بنا یا جاتا
 ہے۔ ملکی قانون کا تقاضا ہے کہ وہ فرقہ وارانہ مسئلہ کو سطح سہولت
 پر رکھے، ہر طبقہ میں امن و امان قائم رکھے، سب کے حقوق کی
 حفاظت کرے۔ مذہب کہ وہ ہر شخص کو اس کی مرضی کے مطابق ایک
 شتر بے ہمار بنا دے۔ ہمارا کوئی کام ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ جس
 سے شیرازہ سوسائٹی کا دھرم برہم ہو جاوے۔
 ہندی کے دو لفظ "کرم" اور "دھرم" ہیں۔ یہ دونوں ہمارے نئی نگی
 کے بہت بڑے ستون ہیں۔ اگر ہمارے کرم خراب ہوں اور
 جس دھرم کی پابندی سے خراب افعال سرزد ہوں۔ تو بالیقین
 ایسا دھرم صحیح نہیں ہوگا۔

ہم اپنے افعال کو ان کے آخری نتیجہ سے نہیں جانچ سکتے۔
 ہماری زندگی ہمارے افعال کا مجموعہ ہے۔ چونکہ ہم اپنے جملہ
 افعال کا صحیح محاسبہ نہیں کر سکتے اس لیے ہمیں اپنے بڑوں کی
 رائے اپنے افعال کی درستی اور غیر درستی کے متعلق ماننا پڑتی ہے۔

اور وہی اس کی اصلاح کر سکتی ہے۔

افعال خراب ہو جانے پر ہماری زندگی کا صحیح راستہ گم ہو جاتا ہے اور بھٹکے ہوئے مسافر کی طرح ہم کہیں کے کہیں پہنچ کر نہ گھر گرہنتی کا ہی کام کر سکتے ہیں اور نہ پڑوسیوں کو مار دے سکتے ہیں۔ بقولیکہ۔

آوارہ و سرگشتہ ہیں دیوار نہ در کے

سایہ کی طرح وہ ہیں ادھر کے نہ ادھر کے

اس پریشان حالی میں طریق زندگی اور تندرستی ٹھیک نہیں رہتے صحیح دماغ تندرست جسم والے کا ہی ہو سکتا ہے جھن سر کے بال سفید ہو جانے سے کوئی شخص بزرگ نہیں ہو سکتا۔

بزرگی بہ عقل است نہ بال

ہماری زندگی مثل اس لینڈر گاڑی کے ہے جس میں دھرم کرم دو گھوڑے جوڑے ہوئے ہیں۔ جن پر عقل چابک سوار ہے اس کا فائوٹی راستہ بچتہ مشرک ہے اور اسن و امان اسکی سوار بان ہیں۔ بد افعال ہونے پر عقل ضرور ہو جاتا ہے۔ بد عقل کی زندگی میں اگر دولت کی دہوی لکشی دنیا کا سارا دھن ہمارے پیسہ و کدین تو اس سرمایہ کا نہ تو صحیح استعمال معلوم ہو گا نہ اس کو صحیح خرچ کر سکیں گے

بہتوں کا خیال ہے کہ کرم اور بدھی کے چھوڑے میں نہیں پڑنا چاہئے۔
تقدیر پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اس خیال سے جو غائبانہ تجارت کے بعد
اس ملک میں مقبول ہوا بہت بڑا نقصان پہنچا ہے اس خیال سے
متاثر ہو کر ایک شاعر نے کہا ہے۔

قابلیت، نمکنت، فہم و ذکاوت عقل و ہوش

کچھ نہ ہو انسان میں چمکی ہوئی تقدیر ہو

ہماری رائے میں ایسا خیال ہماری زندگی کو مفید نہیں بنا سکتا۔ زندگی
کی گاڑی تقدیر کے بل پر نہیں چل سکتی۔ ایسا اکثر ہوتا ہے کہ دوسروں
کی کمزوری بسا اوقات ہماری طاقت ہو سکتی ہے۔ لیکن ہمیشہ ہماری
طاقت دوسروں کی کمزوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہم بین خود
کچھ طاقت نہ ہو۔ اگر ہماری زندگی کی گاڑی میں غلط گھوڑے لگے ہوئے
ہیں۔ ہانکنے والا صحیح نہیں ہے اور بچتہ سٹرک سے بچٹاک گئے ہیں
تو ہم اپنی منزل مقصود پر کبھی نہیں پہنچ سکتے۔ یہ ممکن ہے کہ گاڑی
ہماری اٹکی رہے اور راستہ میں ہماری رہائش اور خورد و نوش کا چننا
انتظام ہو جاوے۔ ایسے اتفاقات کو بھی تقدیر نہیں مانا جا سکتا۔

مکرم ہیں آدمی بدھ ہیں ہو جاتا ہے۔ کرم اور بدھی یعنی صحیح افعال
اور عقل سلیم کے کاموں کے نتائج کا نام تقدیر کہتے ہیں۔ جھاڑ کے درخت

کو اگر سونے کے گملے میں لگایا جاوے اور غرقِ گلاب سے روزانہ
سہنچا جاوے پھر بھی اُس میں ابخیر پیدا نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جھاؤ
کا قدرتی فعل بچل پیدا کرے گا نہیں ہے قسمت بڑھائی نہیں جاسکتی
جبکہ کرم اور ہر سخی یعنی افعال تیز اور قابلیت میں اضافہ ہو کر ہمارے
کرتوت کا دائرہ نہ بڑھ جائے۔

مہابھادات کے بعد ہندوستان کا طرزِ معاشرت اندر پیرے میں
ہو گیا۔ زمانگیاں کرم ہیں اور بارہ دین ہو گئیں۔ حادثاتِ زمانہ پر زمانگیوں
کا فیصلہ ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جوشِ زندگی اور قوتِ مردانہ ختم ہو گئی
تقریباً سالی کے زمانہ میں آسمان کی طرف دیکھ کر اپنی تقدیر کو ٹھونک
کر بیٹھ گئے۔ جہالت کو نوشتہ تقدیر مان کر نہ صنعت کی طرف توجہ کی
اور نہ حرفت سیکھی، چالاک لوگ کم عقل لوگوں کے کمائے ہوئے
دھن سے مالدار اور دھنی بن بیٹھے اور جو زمانہ میں گرے وہ گرتے
ہی چلے گئے۔ شکر کا مقام ہے کہ تہذیبِ برطانیہ نے ہمارے مخلوج
اعضا میں تعلیم و تہذیب کی برقی لہر دوڑائی ہے۔ میدانِ ترقی سامنے
ہے۔ صحیح سازیں اگر آپ دوڑیں گے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم میدان
زندگی کی گھوڑ دوڑیں اور قوموں سے پیچھے رہ جائیں۔ ہندوستان کا
کرم ذرا سستی ہے۔ اور اس کا دھرم کاشتکاروں و زمینداروں کا صحیح

ساز ہے اس میں ایک بندہ بھی ٹوٹ جانے سے یہ گاڑی نہیں چل
 سکے گی۔ کاشتکاری دنیا میں کاشتکاری کا صحیح کام جس قدر ضروری ہے
 اتنا ہی ضروری یہ امر ہے کہ زمیندار کی رضا اور رعیت کے ساتھ
 اپنی زمین کو قائم رکھا جاوے۔ زمین کاٹکس کسریا لگان بغیر دیسے زمین
 پاس نہیں رہ سکتی۔ بیدخل ہو جائے گی۔ زیر دستی قبضہ کرنے سے منحل
 ہوگی۔ نتیجہ افلاس اور غریبی ہوگا۔ زمین بلا خراج کسی زمانہ میں نہیں
 رہی۔ بلا خراج لیے کوئی سوسائٹی اپنا شیرازہ حکومت قائم نہیں رکھ
 سکتی۔ اول اول جب دنیا بنی تھی اس وقت زمین کا پیداوار سولہ
 فیصدی شاہی خراج میں جاتا تھا۔ راجہ بھوج کے زمانہ میں ۲ فیصدی
 حصہ پیداوار کا شاہی خراج تھا۔ چندر گپت مور یہ کے زمانہ میں ۲۵
 فیصدی مغلیہ زمانہ میں نصف نصف کے قریب مختلف صورتوں
 میں حصہ خراج تھا۔ موجودہ سلطنت کاشتکاروں سے براہ راست
 خراج یا کس نہیں لیتی ہے۔ بلکہ کاشتکاروں اور زمینداروں کا معاہدہ
 قائم رکھتے ہوئے زمینداروں کی آہنی میں سے ۴۰ یا ۵۴ فیصدی
 مالگنداری لیتی ہے۔ صوبہ ہند میں کاشتکاروں کی تعداد پچاس اور
 ساٹھ لاکھ کے درمیان ہے۔ ۹۵ فیصدی لگان بصورت نقدی
 ادا کیا جاتا ہے۔ جن لوگوں نے کاشتکاروں کی آہنی کی جانچ کی ہے

اُن کا خیال ہے کاشتکاران کو بالعموم اپنے پیدا کیے ہوئے اجناس میں سے
 پچھلے حصے سے زائد زمین و امان کو لگائی قیمت میں ادا نہیں کرنا پڑتا۔ یہی
 ہمارا خیال ہے کہ کاشتکاروں کی پیداوار میں سے پچھلے حصے اُن کو بیچ رہتا
 ہے۔ ہیں میگہ کا کاشتکار ایک اہل اور ایک جوڑے بیلوں کا خرچہ اٹھانے
 کے بعد بخوبی اپنی زندگی مع ایک بیوی اور دو بچوں کے بسر کر سکتا ہے
 لگان اور صرفہ کاشت نکال کر اس کی آمدنی ماہواری دس یا بارہ
 روپیہ ہوگی۔ وہ اپنی زندگی بہت مختصر اور شہری فروعات سے
 بری ہوتی ہے۔ اس لیے اگر کاشتکار کا ایمان اُس کے ساتھ ہے
 اور وہ کسی قانونی جھگڑے بکھڑے میں نہ پڑے تو اُسے ساہوکاروں
 کا دروازہ بھانکنے کی ضرورت نہ پڑے گی۔ ایسا ناداری کی زندگی میں
 اُس کا پہلا دھرم یہ ہوگا کہ وہ اپنا کسری یعنی لگان اپنے خرچ کرنے
 سے پہلے ادا کرے۔ ایسا کرنے سے وہ بہت سی فضول خرچیوں اور
 جھگڑے سے آزاد رہ کر اپنے کاشتکاری کے کرم میں صحیح غلے
 کام لے سکے گا۔ کاشتکار کا مٹی سے ہی سا بھارا کہ اُس کو سونا مل
 سکتا ہے۔ کاغذی دنیا میں اس کے یہ جھگڑے ہی جھگڑے ہیں
 ان جھگڑوں میں پریشان ہو کر اُس کا کاشتکاری کا کرم چھوٹ جانے
 سے اُس کا دھرم صحیح نہیں رہتا۔ کسانوں کی پودائی کہاوت ہے۔

او چلا چائے کسان جائے

یہ کہاوت کسانوں کے لیے بڑی ہیچ اور پیچی ہے۔ بہت سے کسانوں کا خیال ہے کہ زمینداروں کی سختی کی وجہ سے وہ ان کے خلاف ہو جائے ہیں یعنی تنگ آمد بھنگ آمد کے مسئلہ کے موجب مجبور ہو کر لڑنا پڑتا ہے۔ عام طور پر یہ بات صحیح نہیں ہے۔ بعض صورتوں میں بلا وجہ کی غلط فہمیاں بھی آپس میں ہو جاتی ہیں۔ بہر موقع ہر سچ و نانا زیادہ سہل ہے بمقابلہ جھوٹ پرستے کے۔ اگر کوئی بیخیز زمیندار کسانوں کی بات نہ سنے ہوں تو کسانوں کو چاہئے کہ وہ اپنی سچائی پر قائم رہیں۔ یعنی اپنا کام کریں اور اپنے زمیندار کو بلا وجہ تنگ کرنے کی کوشش نہ کریں۔ فضول خرچی اور مفاد پرستی کسانوں کو بہت جلد مقروض کر دیتی ہے اور ان کو شرح سود و فتنہ پر زمینداروں سے زیادہ دہنا پڑتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک مفقر کسان تین برس کے بعد اس قابل نہیں رہتا کہ وہ گھر پر بھیچہ چھپہ بھی ڈال سکے۔ زمیندار اور کسان کا چلی دامن کا ساتھ ہے وہ ایک دوسرے سے آپس میں استفادہ رواں رہتا ہے کہ دونوں طبقوں کی زندگی اگر چہ اچھا کر دی جائے نہ مثل اس گلاب کے پھول کے ہوگی جس کی پنکھڑیاں ایک ایک کر کے اس کو پھول کی حیثیت سے مٹا دیا جائے۔ کسانوں کی زندگی کا تعلق سلطنت سے جو وسط زمینداران ہے یعنی سلطنت کا براہ راست تعلق زمینداروں سے ہے اور زمینداروں کا براہ راست تعلق ایک طرف

کاشتکاروں سے ہے اور ایک طرف سلطنت سے ہے یعنی زمیندار و میانی منزل ہے یہ وابستگی اس قدر نازک ہے کہ اسے ہلکے جھکے و ہلکے جھکے سے کسانوں کی دنیا دہا ہی نہیں رہتی۔ سلطنت کا باوجود یکہ کاشتکار ان سے براہ راست تعلق باہمی النظر میں نہیں ہے۔ پھر بھی موجودہ سلطنت میں جو جو آسانیاں اس تیسرے درجہ کی جماعت کو دی گئی ہیں اس کا صحیح احساس طبقہ زمیندار ہی کرے۔ موجودہ گورنمنٹ نے کسانوں کو سرسبز بنانے کی ان ٹھکانے کو کشش کی ہے اور کسی تجارتی نیت سے نہیں۔ اگر کوئی تجارتی نیت مشتمل ہوتی تو سلطنت ان سے براہ راست تعلق پیدا کرتی۔ باوجودیکہ تہی بڑی سلطنت کا خراج نظام بہت بڑھ گیا ہے۔ پھر بھی جو مصراعات قانونی یا انتظامی طبقہ کاشتکاروں کے ساتھ موجودہ گورنمنٹ عالیہ نے دی ہیں ان کی تفصیل اگر دی جائے تو ایک اچھی کتاب بن سکتی ہے۔ علاوہ عام سہولت آمد و رفت، تعلیم، زراعت، صحی فطنت، امداد، بارش عدالت ہائے دو سال گذشتہ کے اندر گورنمنٹ نے کئی کرداروں پر یہ کاخسارہ صرف کسانوں کی بہبودی کی غرض سے اٹھایا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دنیا کی اقتصادی حالت، قدرتی واقعات، یورپ کی جنگ عظیم کے بعد ایسے ہو گئے جنہوں نے سلطنت کو زمیندارانہ حصہ کو کسانوں کو تاجروں کو بجلی کی کشش کی طرح اپنی اپنی جگہ پر موثر کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کاشتکار دنیا میں تجارت بسر رہ گئی

غلہ کا نرخ اذراں ہو گیا۔ غلہ کی پیداوار کا نرخ ۱۹۳۱ء میں وہ ہو گیا جو ۱۹۰۱ء و ۱۹۰۲ء میں تھا۔

۱۹۰۱ء لغایت ۱۹۰۵ء میں گندم فی من ۲۳۴ یعنی چاکے قریب
 ۱۹۰۶ء لغایت ۱۹۱۰ء میں " " ۳۵۶ یعنی چاکے قریب
 ۱۹۱۱ء لغایت ۱۹۱۵ء میں " " ۳۳۵ یعنی چاکے قریب
 ۱۹۱۶ء لغایت ۱۹۲۰ء میں " " ۶۳۴ یعنی لہجہ کے قریب
 ۱۹۲۱ء لغایت ۱۹۲۵ء میں " " ۷۳۳ یعنی لہجہ کے قریب
 ۱۹۲۶ء لغایت ۱۹۳۰ء میں " " ۷۹۰ یعنی لہجہ کے قریب
 ۱۹۳۱ء میں " " ۲۳۰ یعنی چاکے قریب

غلہ کا نرخ وہ گیا جس سے قیمت ۱۹۰۱ء اور ۱۹۰۵ء کی برابر ہو گئی یعنی ۵۰ فیصدی قیمت اجناس گھٹ گئی ہتھاباد ۱۹۲۰ء کے اس اذراں کے وجہ عام طور پر چار تہلے سے جاتے ہیں

(الف) اثرات جنگ بدرب (ب) عام دنیاوی اقتصاد کی تیز رفتاری (ج) کثرت پیداوار غلہ جو دیگر ممالک میں نشینوں اور جدید طریقہ کاشت سے ہولے (د) تجارت کی کساد بازاری۔

جب پیداوار زیادہ ہوتا ہے اور اس کی مانگ کم ہو جاتی ہے تو قیمت گھٹ جاتی ہے۔ کاشتکاروں کا لگان اُن کی پیداوار کی قیمت کے لحاظ سے

معیار زمین رہا ہے۔ موروثی کاشتکاروں پر لگان زمین رہا بہت کم بڑھا
 سکے۔ غیر موروثی کاشت پر زمین رہا روں کا لگان زیادہ رہا۔ کیونکہ کاشتکار
 آپس میں زمین لینے کی غرض سے لگان بڑھاتے چڑھاتے رہے نتیجہ اس بڑھاؤ
 چڑھاؤ کا یہ ہوا کہ زمین رہا روں کی نکاسیاں بڑھ گئیں، قانا گورنمنٹ کی مالگزار
 جو زمین رہا کی نکاسی ہوتی ہے بڑھ گئی۔ مگر گورنمنٹ غالبہ نے اس اقتصادی
 مشکل کا احساس کر کے کمیٹیاں قائم کیں جن کی رپورٹوں پر غور کر کے لگان
 میں ۵۰ فیصدی تک کاشتکاروں کو چھوٹ ۳۳۹ لاکھ میں دی۔ بہت
 سے کاشتکاروں کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ زیادہ لگان آدھا چھوٹ گیا ہو
 مگر ان کا نہیں چھوٹا۔ ہم انہیں پھر یاد دلانے ہیں کہ یہ چھوٹ اسی بیشی
 لگان پر ہوتی ہے جو ارضانی غلہ کے بازاری بھاؤ کے تناسب سے ہونا
 چاہئے تھی یعنی یہ کوشش کی گئی کہ جو لگان پچاس من کے بھاؤ کے زمانہ میں
 ہونا چاہئے وہی لگان ۳۳۹ لاکھ میں اسی نرخ غلہ کے بموجب کر دیا گیا ہے
 مشورہ لگان کو نرخ غلہ کے ساتھ کرنے میں ہمارے دعوہ کی گورنمنٹ کی ایک کردہ
 نو لاکھ روپیہ مالگزار ہی میں چھوڑنا پڑا۔ دعوہ ہوا اس کے پچاس لاکھ کاشتکاروں کو
 ہماری رائے میں کم از کم ۵ یا ۶ کروڑ لگان میں چھوڑا ہو گا۔ آج کل نرخ غلہ سے
 من سب سے پھر بھی مراعات گورنمنٹ چھوٹ لگان میں تقریباً قریب ہی ہیں
 یعنی فرق اتنا ہوا کہ جس کاشتکار پر ۳۳۹ لاکھ میں ۵۰ فیصد چھوٹا کے تھے اس کے

بے سرف میں لہر کی چھوٹا ہی اور اس کو صرف ۵/۳۳۹ سرف کے لگان سے مزید دینے پڑیں گے۔ ایسی رحمدل گورنمنٹ کے زمانہ میں بھی اگر کسان لوگ اپنے اوپر جائز لگان دینا جبراً باہر سمجھیں تو ایسی ناہمی اور کم سمجھی کا کوئی علاج نہیں۔

گر زمین۔۔۔ بروز ششہر چشم چشمتہ آفتاب راجہ گناہ

طبقہ درمیانی یعنی طبقہ زمینداران کو ان کی طرز معاشرت بے توجہی کا روبرو، فضول خرچی، بربادی کی طرف رٹے، زور سے ہٹکیلے جا رہی ہے۔ آئینی اصلاحات اس طبقہ کی مددگار اسی صورت میں ہو سکتی ہیں۔ جبکہ طبقہ زمینداران اپنے میں اخلاقی، مالی، ترقی کریں۔ اسکے لیے زمینداروں کو زمیندار ایسوسی ایشن کا ممبر بنکر ایسوسی ایشن کے اصول پر اپنا سرحدار کرنا چاہیے۔ کاشتکاروں سے سیل جول اور ہاروی کا برتاؤ کریں۔ فضول خرچی، قرضہ اور سود سے بچنے کی کوشش میں ہر امکانی کوشش کریں اپنے خرچہ کو زمانہ کی رفتار کے ساتھ جب قدر کم کر سکیں اتنا ہی ان کے لیے بہتر ہوگا۔ طبقہ زمینداران اب بھی کاشتکاری سے جب قدر فائدہ اٹھا سکتے ہیں کسان اتنا فائدہ نہیں اٹھا سکتے ان کے امکان میں جدید طریقہ کاشت پولٹری، ڈیری فارم، افزائش مویشی ہے جن سے معقول آمدنی ہو سکتی ہے۔

نظام حکومت میں بہ درمیانی طبقہ بڑی اہمیت ہمیشہ سے رہے ہوئے ہے اس طبقہ کو اپنی زندگی قائم رکھنے کے لیے نئے زمانہ کی تبدیلی کے لیے نیا کرنا چاہئے۔ کوششوں میں اگر یہ طبقہ اپنا وجود ضروری ثابت نہ کر سکا تو اس کی وہ اہمیت جو مدت دراز سے چلی آتی ہے جاتی رہے گی۔ طبقہ زہندگان کو اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر چاروں طرف دیکھ کر اپنی جگہ قائم کر لے۔ اگر یہ جگہ ان کے ہاتھ سے سیاسی میدان میں جاتی رہی تو پھر نہ پنپ سکیں گے۔ اس طبقہ کے ہر فرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے میں قابلیت کا رکھ کر وہی پیدا کریں۔ اپنے پڑوسیوں اور کسانوں کی امداد سے کوششوں میں جاتیں۔ اور اپنی جگہ تعلیم یافتہ پڑھے لکھے خود رو بہادروں کے ہاتھوں نہ چھین جانے دیں۔

چینہ لوکل سلف گورنمنٹ

لائڈ ہارڈنگ کے بعد لارڈ چیسفورڈ ہندوستان کے وائسرائے ہو کر آئے۔ اس زمانہ میں مسٹر رائیگو ہندوستان کے وزیر ہند انگریز ہیں تھے۔ وہ ہندوستان کے بڑے خیر خواہ تھے جنہاں عظیم ہندوستان نے جو امداد دی تھی اس پر خوش ہو کر پالیسمنٹ نے وزیر اعظم مسٹر لائڈ ہارڈنگ کی صلاح سے یہ اعلان کیا کہ ہندوستان کو آئیں گے ملکی

انتظام میں آہستہ آہستہ زیادہ حصہ دینا چاہئے۔ اس کی جانچ کے لیے مسٹر مائٹلو
ہندوستان تشریف لاتے۔ انکی سفارشوں کی بنیاد پر پارلیمنٹ نے ۱۹۱۹ء
میں ایک قانون پاس کیا جسے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کہتے ہیں اس قانون کے
مطابق بڑے بڑے عہدوں پر ہندوستانیوں کا اد بھی زیادہ تقرر ہونے لگا۔ سر
ایس پی سنہا کچھ دنوں کے لیے مسٹر مائٹلو کے نائب وزیر ہندوستان مقرر ہوئے انکو لاہور
کا خطاب دیا گیا یہاں وائرلیس کے وہ گورنر بھی مقرر ہوئے ان سے پہلے کبھی کوئی
ہندوستانی گورنری کے عہدہ پر مامور نہیں ہوا تھا پہلے جن صوبوں میں گورنمنٹ
گورنر یا چیف کمشنر ہوتے تھے وہ گورنر مقرر ہوئے۔ ہر ایک گورنری کے لیے ایک
مجلس انتظامیہ بھی مقرر ہوئی۔ اس کے آدھے ممبر ہندوستانی ہونے لگے اسی طرح
وائسرائے کی مجلس انتظامیہ میں بھی تین ہندوستانی اوتھیں اگر زیر ممبر ہونے لگے ہر ایک
گورنر کے ماتحت ایک قانون بنانیوالی مجلس قائم کی گئی کسی کسی صوبہ میں مجلس پہلے
سے قائم تھی لیکن اب ہر ایک گورنر کے صوبہ میں قائم ہو گئی۔ ان مجلسوں میں پہلے
رعایا کے منتخب کئے ہوتے ممبروں کی تعداد سرکار کے مقررہ ممبروں سے کم ہوتی
تھی مگر اب رعایا کے چنے ہوئے ممبر سرکاری ممبروں سے زیادہ ہونے لگے اس
سے یہ فائدہ ہوا کہ کسی بات کو گورنمنٹ کی خواہش کے خلاف بھی رعایا کے چنے
ہوئے ممبر پاس کر سکتے ہیں۔ ہر ایک صوبہ میں سرکاری محکموں میں دو حصے
کر دیتے گئے ایک حصہ کا انتظام گورنمنٹ کے ہاتھ میں رہا۔ اس حصہ میں محکمہ مالدار

پریس، جیل، ریل وغیرہ شامل ہیں۔ دوسرے محکمہ کا انتظام رعایا کے منتخب وزیروں کو دیا گیا جو رعایا کے منتخب کردہ ممبروں میں سے مقرر کئے جاتے ہیں۔ اس بھتہ میں محکمہ تعلیم، صحت، حریت، لوکل سلف گورنمنٹ اور اسپتالی وغیرہ کا انتظام ہندوستانی وزیروں کے ہاتھ میں کیا سارے ہندوستان کے لیے قانون بنانے کے لیے وائسرائے ہند کے ساتھ مجلس بنائی گئیں۔ ان میں سے ایک تو پہلے سے تھی۔ ان مجلسوں میں ہندوستانی ممبروں کی تعداد زیادہ رکھی گئی۔ ان اصلاحات کے مطابق جنوری ۱۹۴۷ء سے عملدرآمد شروع ہوا۔ صوبہ متحدہ آگرہ آدھ میں ۱۲ ممبران کو نسل کے مقرر ہوئے جس میں سے ۲ گورنمنٹ کے مقرر کئے ہوئے اور بقیہ ۱۰ ممبران رعایا کے چنے ہوئے ہوتے تھے۔ اس سدا کا نتیجہ ضلع کے انتظام میں یہ ہوا کہ محکمہ جات ڈسٹرکٹ بورڈ ہو گئی، تعلیم، قانون ایریا قطعی طور سے ہندوستانیوں کے تحت انتظام میں کر دیے گئے۔ اس دس برس کے اندر لوکل بورڈ میں جو فرقہ وارانہ جھگڑے اچھائیے اور برائیاں ہو تیں انکے یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ باوجودیکہ ہم اپنے مقامی بورڈوں کے انتظام میں کامیاب نہیں ہوئے، نہ سٹرکس ہی درست کر سکے نہ تعلیم کو ہی اعلیٰ درجہ تک کر سکے پھر بھی ہر آدمی کی یہ خواہش ہوئی کہ انتظام سلطنت میں رعایا کا زیادہ ہاتھ ہو۔ حالانکہ ہندوستان کے باشندگان کو ہماری بات میں اختیار و صوت اتنے ضروری نہیں ہیں جتنا کہ انکے لیے جبریہ تعلیم اور نئے طریقہ کاشت گورنمنٹ سے اختیار و صوت لینا انکے لیے ضروری نہیں ہیں جتنا کہ اپنے اپنے دیہات میں گرام

سردھار کا کام کرنا ہے۔ اچھوت ذاتیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ اگر اس قسم کی خلاقی ترقی دیہات میں ہو جائے تو ان کے لیے اختیارات حکومت خود بخود ایسے آجائیں گے جسے اچھی جڑ کے درخت میں پتے خود بخود نکل آتے ہیں۔ ہندوستانیوں کی اوسط قابلیت بہتری نکل سلف گورنمنٹ کی بنیاد قائم ہو سکتی ہے۔ جینک اوسط قابلیت اوسط سے گری رہیگی اور زیادہ ترقی واد باشندگان جہالت، تو ہم پرستی، اور افلاس میں رہے رہیں گے۔ اس وقت تک ہماری مجموعی اوسط قابلیت۔ اس قابل نہ ہوگی کہ برطانوی دہبران کی بلامارہ کے ہم کوئی کام کر سکیں۔ اس بات کی جانچ کے لیے کہ برطانوی رعایا میں نظام حکومت میں حصہ لینے کی کس قدر قابلیت آگئی ہے ایک پارلیمنٹری کمیشن زیر صدارت سر جان سائمن ہندوستان میں بعض تحقیقات تین سال ہوئے آیا۔ اس کمیشن نے ہر حصہ ملک میں ہندوستانی جذبات، خیالات اور قابلیت کا کردگی وغیرہ کی جانچ کر کے رپورٹ پارلیمنٹ میں پیش کی۔ اس کمیشن کے بعد لاڈلہ اردن وائسرائے کے زمانہ میں انگلستان میں ایک گول میز کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں ہندوستان کے بڑے بڑے قابل نمائندے شریک ہوئے۔ اس گول میز کانفرنس کے بعد دوسری گول میز کانفرنس ۱۹۳۱ء میں پھر انگلستان میں ہوئی جس میں باقی ماندہ لیڈران ملک بھی شریک ہوئے۔ یہ دوسرا گول میز کانفرنس وقتاً فوقتاً اخبارات میں نکلتی رہی، بہر حال یہ کانفرنس چھوٹی ہوئی۔ تو مول اور ہندو مسلمانوں کے جھگڑے طے نہ کر سکی، نتیجہ یہ ہوا کہ ملک عظم ہند شاہ

کی گورنمنٹ کو بھی ہندو مسلمانوں اور چھوٹی قوموں کے مناسب کائنات بننا پڑا۔ اس تجویز کا بڑا انتظامیہ تھا۔ ذیہراظم ہند نے ۱۷ اگست ۱۹۳۲ء کو یہ تجویز دی۔ خلاصہ تجویز یہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت چار صوبوں کی کونسلوں میں قائم رکھی گئی۔ یعنی بنگال، پنجاب، صوبہ سرحدی اور سندھ میں مسلمان ممبران کی مجلسیں بنیاد پر ہیں۔ بقیہ صوبوں میں غیر مسلم اکثریت رہی۔ اور یہ نذر باغیہ آبادی قائم کی گئی۔ اچھوت جاتوں کو ووٹ دینے کا اختیار دیا گیا۔ یعنی اچھوت جاتی کے ووٹر ان اپنے طبقے میں سے بھی نمائندے منتخب کریں گے۔ اور عام انتخاب میں بھی امیدواروں کو ووٹ دیں گے۔ اس طرح ہر کچھ عرصہ کے بعد اچھوت جاتی کے لوگوں کی اسمبلی ان سے بڑے فرقوں کو تسلیم ہو جائے گی اور رفتہ رفتہ وہ بھائی انتظام میں بھی ان کی بھی آواز ہو جائے گی۔ اس تجویز کے مطابق ہمارے صوبہ متحدہ اگر وہ آدھ میں بجائے ۱۲ ممبران کو نسل کے اب نئی کونسل میں ۲۲۸ ممبران ہونگے جن کے مقررہ تناسب حسب ذیل ہوں گے۔

غیر مسلم	۱۳۲ (مرد و عورتوں کے)	۲	یورپین
اچھوت	۱۲	۳	کامرس (تجارت)
مسلم	۶۶ (مرد و عورتوں کے)	۶	زمین دار
ہندوستانی عیسائی	۲	۱	یونیورسٹی
انگلوانڈین	۱	۳	مزدور
		۲۲۸	کل ممبران

اس تجزیہ کا اخصو بھائی کونسلوں پر یہ ہوا کہ سرکاری چنے ہوئے ممبران اب قانون ساز مجلسوں میں نہیں رہے، نقد ادائیگے بجائے ۲۲۸ ہوگی اس سے ظاہر ہے کہ ملک کی آئندہ حکومت یہ عاید کی رشتے پر مبنی ہوگی۔ اور جو راستے اکثریت کی ہوگی اس کی پابندی وقتی گورنمنٹ کے لیے لازم ہوگی۔ بالفاظ دیگر حکومت میں زیادہ اختیار اور ذمہ داری رائے دہندگان کی ہوگی۔ ضرورت اب اس بات کی ہے کہ رائے دہندگان میں ملکی معاملات کے متعلق رائے قائم کرنے کی صلاحیت پیدا ہو۔ اب تک جو رائے دہندگان ہوتے تھے وہ ۲۵ روپیہ کی مالکناہ یا ۵۰ روپیہ کے کالنگنگ ہوتے تھے۔ یقین ہے کہ اب رائے دہندگان اس سے کم حیثیت اور قابلیت کے بھی ہوا کریں گے یعنی رائے دہندگان کی تعداد میں بڑا اضافہ ہو جائیگا۔ اسکی جابج کے لیے لارڈ لوٹھین کا کمیشن ابھی ہندوستان میں آ رہا تھا۔ اور فریڈرک کیٹی اس پر غور کر رہی ہے کہ رائے دہندگان کی تعداد میں کس قدر اضافہ ہو اور کس قابلیت کے لوگ رائے دہندہ کئے جائیں ہندوستان کی آئینی اصلاح رائے دہندگان کی تعداد پر نہیں ہو سکتی۔ رائے دہندگان کی قابلیت پر ہو سکتی ہے کیونکہ رائے دہندگان کے کنوینشن پر آئندہ مکمل فی کا باہر ہوگا جب تک رائے دہندگان میں حکمرانی کی قابلیت نہ ہوگی وہ اس بارہ کا سیاسی سے نہ اٹھا سکیں گے۔ لوکل سلفٹ گورنمنٹ کی آئینی اصلاحوں کا استعمال تجارتی محاکمات میں زیادہ شکل نہیں ہو کیونکہ وہاں کی تعلیم و تربیت اور ماحول عام بہت بڑھی چڑھی ہوئی ہے برعکس اس کے

ہمارا ملک ہندوستان بہت وسیع اور اختلافات سے بھرا ہوا ہے ۵۰۰ میل چڑاچ
اور ۱۹۰۰ میل لمبا ہے۔ اس کا رقبہ اٹھارہ لاکھ مربع میل ہے۔ اس میں سات لاکھ
پچاس ہزار گاؤں بستے ہیں۔ ۷۰۰ کے قریب ایسی ریاستیں ہیں اگر لوگ کوٹھنا
نہ کریں۔ یورپ کی برابر ہے۔ نو سو فیصد ہی اس ملک میں ان پڑھ ہیں۔
مسلمانوں میں بھی بہت سے فرقے ہیں۔ مگر ہندوؤں میں ذات و ذات ۸۰۰
ہیں۔ نامیہول اور ملٹوں کی کوئی انتہا نہیں۔ ہر یہ سے لیکر دخت اور ماپ
نک کی پرستش کر رہے ہیں۔ پاتج کرورا جھوٹ جاتی کے لوگ بستے ہیں۔
زبانوں کی یہ صورت ہے کہ چھ زبانیں تو ایسی ہیں جو اپنا لٹریچر رکھتی ہیں ان
کے علاوہ ۳۰۰ زبانیں اس ملک میں موجود ہیں ان میں سے بعض ایسی ہیں
مثلاً: نامل، کناری، ملیگو جو شمالی ہند کے باشندے تعلق نہیں سمجھتے۔

ایسے ملک میں جہاں سماجی، مذہبی، قومی اختلافات کی یہ کثرت ہو وہاں صحیح
انتخاب جو فرقہ وارانہ غصہ سے پاک ہو ہذا بہت ہی مشکل ہے جناب کہ ہر باشندہ
کے دل میں جو رائے و ہندی کی قابلیت رکھتا ہے آزادانہ اور صحیح دوش دینے
کا خیال اور لگی ذمہ داری کا احساس کافی طور پر پیدا نہ ہو جائے۔

وزیر اعظم اس بات کا اعلان کر چکے ہیں کہ حقیقہ و حیل ممکن ہو صوبائی نظام
حکومت متفقہ کرنا بالاقائم کیا جاوے اس قسم کے نظام حکومت میں جو حلیہ صوبائی
اور ریاستی نمائندوں سے مرکب ہوگا اور جس کے پارلیمنٹ میں برطانوی

ہند کے نمائندوں کے علاوہ رہاستوں کے نمائندے بھی موجود ہوں گے، اس حکومت کو فیڈرل یعنی وفاقی طرز حکومت کہتے ہیں۔ فیڈرل نظام حکومت میں زیادہ تر امور صوبوں کی گورنمنٹوں کے اختیار میں ہوں گے۔ اور جو امور تمام ملک کے انتظام سے تعلق رکھیں گے وہ سنٹرل وفاقی گورنمنٹ کے سپرد ہیں گے۔ برطانوی صوبوں کے ساتھ ریاستیں بھی فیڈرل نظام حکومت میں شریک رہیں گی۔ گورنر جنرل کے اختیار میں فوج، مالیات اور محکمہ خارجہ ہوں گے۔ اور گورنروں کو یہ اختیار ہو گا کہ اگر صوبہ کے انتظام میں غلطی پڑے دیکھیں تو دخل اتار دہوں۔ اور اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کریں گورنر جنرل اور صوبہ کے گورنروں کے اختیار است بھی صرف اسی وقت تک باقی رہیں گے جب تک کہ ان اختیارات کی ضرورت ہے۔

اس نظام حکومت کو قائم رکھنے کے لیے ایک مضبوط آئین یا ریٹ کی ضرورت ہے جو ملک کا آئینہ دستور اساسی ہو۔ اسے طور پر صحیح راستہ پر چلا سکے اس کام کے لیے اخلاقی سیدھا کی بھی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

صوبہ ہذا میں ریفرم بیگیں ۱۹۱۹ء سے قائم ہیں۔ کہیں اس کو اس سمجھا۔

مقاصد ریفرم لیگ

شانتی سمجھا یا گورنر سیدھا سمجھتے ہیں۔ ریفرم بیگیں کانگریس کے زمرہ میں آتے ہیں کہ وہ کہنے کے لیے قائم کی گئی تھیں۔ ان کے ان لیگورسٹ بہت قہر خیز

کام ہر جگہ کیے ہیں۔ جیوں جیوں ان لیگوں کے نتائج کو عرصہ گزرنا گیا اسی قدر
 ان کا وجود زیادہ مفید ثابت ہوا۔ ان لیگوں کے سامنے اولاً خاص ترقی
 مقاصد نہیں تھے۔ یہ محض اکابر جو ابی بیکس تھیں۔ ان لوگوں میں صوبہ دار کے
 بڑے بڑے زمینداران اور کاشتکاران سب ہی شامل ہیں جو ملک میں
 بد امنی اور فتنہ و فساد دیکھنا پسند نہیں کرتے ہیں۔ ضلع ہارپوں میں بغاوتیں
 نے بہت اچھا کام کیا۔ اب ترقی کام بھی ان لیگوں کو کرنا چاہئیں۔
 ہمارے سامنے جدید طریقہ کاشت، ترقی دیہات، صفائی، حفظان صحت،
 نسل کشی و افزائش مویشی، باہمی اتحاد و اعتماد، فرائض انسانی، تحفظ حقوق کے
 مسئلے موجود ہیں۔ ہر ہر لیگ کو چاہئے کہ وہ اپنے میں اور ہمسایگان میں تذکرہ
 بالانذریاں پیدا کر کے چار و پندرہ حکومت میں عمدہ سٹی زن (منٹرن) بنیں
 اسکے لیے محض پیکر دینا اور بیک پر سننا کارآمد نہ ہوگا۔ بلکہ سچی ہمدردی سے لوگوں
 کو احساس کرایا جاوے کہ بغیر پاکیزگی کے پاکیزگی خیالات اور بغیر محنت کے
 دولت مندگی اور بغیر اہمیت کے اہمیتا رات کا عمل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کوشش
 کی جائے تو غلط ہوگی۔ اتراتی تعلیم ہر شعبہ کے متعلق دیہات میں دہجائے
 اختیارات انتخاب کنندگان بہت وسیع ہو رہے ہیں جن میں سے زیادہ
 تعداد ایسے لوگوں کی ہوگی جن میں ملی معاملات کا تجربہ نہیں ہے اختیارات
 کبھی مجدد سے نہیں ہوتے۔ مگر ان کا صحیح استعمال ہمیشہ مشکل ہوتا ہے۔ قوم کا

تجزیہ ہی اس کی صحیح سمجھ ہو سکتی ہے۔

درمیانی طبقہ کے لوگ اس میں بہت بڑا کام کر سکتے ہیں اور ان کو کرنا بھی چاہیے۔ بنا طرز حکومت جلد شروع ہو نہوا لہے۔ اور جناب نواب وزیر اعظم برطانیہ نے جو فیصلہ ثالثی حال میں دیا ہے۔ اس پر عملدرآمد شروع ہو جائیگا لہذا اس کو کامیاب بنانے کی کوشش کرنا چاہیے۔ اور فضول مظاہروں سے بچنا چاہیے۔ کاشتکاروں اور زمینداروں کے لیے یہ ضروری ہے کہ آپس میں میل جول رکھ کر وہ نئی کوششوں کے لیے قابل اور اچھے نمائندوں کا انتخاب کریں۔ کاشتکاروں کے سچے معاون اور مددگار زمیندار ہی ہو سکتے ہیں اور زمینداروں کی امداد ہمیشہ سے کاشتکاروں نے کی ہے اور کریں گے۔ زمینداروں و کاشتکاروں کو بار بار یہ عذر دیکرنا چاہیے کہ ہم ہیں کس قدر کام کرنے کی قابلیت ہے۔ ہمارے گرد و پیش کے واقعات کیا ہیں اور کس جائزہ ان کو صحیح و درست کر سکتے ہیں۔ اگر تین باتوں کا جواب ہیں (ا) میں کیا رہتا ہوں (ب) اور دوسرے لوگ ہماری رائے سے متفق ہوں تو ہمیں سمجھنا چاہیے کہ ہم کچھ دنیا میں ترقی کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ شورش پند لوگوں کے بڑے بڑے مظاہرے۔ نکتہ چینیاں نہ ہمیں ترقی کے قریب لے جاتی ہیں اور نہ پچاس کی اس کے جواب میں اگر کہا جاوے کہ موجودہ گورنمنٹ کے خلاف جو بات بھی کہی جائے گی وہ سچی ہوگی ہم اس کے تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں سچی بات

سہر جگہ بھی ہوتی ہے۔ راستے عامہ در حقیقت زمیندار اور کسان کی آواز
منفقہ کا نام ہے۔

طبقہ درمیانی کا بڑا فرض ہے کہ وہ اپنے وجود کو اس موقع پر نہایت
اہم اور کاہل آہ ثابت کرے۔

اس موقع پر زمینداروں اور کاشتکاروں کے لیے چن۔ باتین
کاروباری اور بھی ضروری ہیں۔ اگر حسب ذیل باتوں پر طرفین کا عمل ہو
تو آپس کی بدگمانی اور بد مزگی ہونے کا اندیشہ جاتا رہے گا۔

۱۔ ہر کاشتکار کو چاہیے کہ وہ اپنے زمیندار سے ادھنی پٹہ بہر
لیا کرے اور زمیندار کو قبولیت لکھ دیا کرے۔

اگر مورد حق کاشتکار ان بھی اپنا اپنا پٹہ اور قبولیت تحریر کرالیں
تو ہر کاشتکار زمیندار کو اپنے اپنے حقوق کا صحیح اندازہ ہو جاوے
اور کاغذات پٹوادی کے دیکھنے کی زحمت سے بچے رہیں۔ اس کے
لیے ہر زمیندار کو اپنے یہاں پٹہ اور قبولیت کے چھپے ہوئے فارم
کتابی صورت میں رکھنا چاہئیں۔ اور اس کی وضع دار جلد بڑے زمینداروں
کو رکھنا چاہئے۔

۲۔ ہر کاشتکار کو لگان دینے کے بعد رسید حاصل کر لینا چاہئے۔
اور ہر زمیندار کو چاہئے کہ جب کاشتکار کوئی رقم ادا کرے تو اس کی

رسید جاری کر دیا کہیں۔

۳۷۔ ہر خواندہ زمیندار کو فارم ہائے منسلک نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۴

کی صورت میں حساب مرتب رکھنا چاہئے۔

۴۔ ہر تحقیق کے ری فارم بیگ کے مرکزی پریزیڈنٹ صاحبان

کو چاہئے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ کے گشت میں حتی الامکان کاشتکاروں اور زمینداروں کے درمیان جو غلط فہمیاں دیکھیں ان کو دور کر دیا کہیں۔

جس کام کی ابتدا اچھی ہوگی اس کا انجام بھی بخیر ہوگا۔ ایمانداری

اور پابندی اصول و بنیاد کے دو بڑے ستون ہیں۔ جو اپنی مدد آپ کرتا ہے خدا اس کی مدد کرتا ہے۔

بہی کھانہ یعنی جیڑ کا شکر کاران

فہرست نمبر (۱)

تفصیل وصول				نام کام کارکنان	نمبر	تاریخ	نمبر	تاریخ	نمبر
نمبر	تفصیل	نمبر	تفصیل						
۱	نمبر	۲	نمبر	۳	۴	۵	۶	۷	۸
۱	نمبر	۲	نمبر	۳	۴	۵	۶	۷	۸
۲	نمبر	۳	نمبر	۴	۵	۶	۷	۸	۹
۳	نمبر	۴	نمبر	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰
۴	نمبر	۵	نمبر	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱
۵	نمبر	۶	نمبر	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
۶	نمبر	۷	نمبر	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳
۷	نمبر	۸	نمبر	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴
۸	نمبر	۹	نمبر	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵
۹	نمبر	۱۰	نمبر	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶
۱۰	نمبر	۱۱	نمبر	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷
۱۱	نمبر	۱۲	نمبر	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸
۱۲	نمبر	۱۳	نمبر	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹
۱۳	نمبر	۱۴	نمبر	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰
۱۴	نمبر	۱۵	نمبر	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱
۱۵	نمبر	۱۶	نمبر	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲
۱۶	نمبر	۱۷	نمبر	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳
۱۷	نمبر	۱۸	نمبر	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴
۱۸	نمبر	۱۹	نمبر	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵
۱۹	نمبر	۲۰	نمبر	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶
۲۰	نمبر	۲۱	نمبر	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷
۲۱	نمبر	۲۲	نمبر	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸
۲۲	نمبر	۲۳	نمبر	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹
۲۳	نمبر	۲۴	نمبر	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰
۲۴	نمبر	۲۵	نمبر	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱
۲۵	نمبر	۲۶	نمبر	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲
۲۶	نمبر	۲۷	نمبر	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳
۲۷	نمبر	۲۸	نمبر	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴
۲۸	نمبر	۲۹	نمبر	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵
۲۹	نمبر	۳۰	نمبر	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶
۳۰	نمبر	۳۱	نمبر	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷
۳۱	نمبر	۳۲	نمبر	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸
۳۲	نمبر	۳۳	نمبر	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹
۳۳	نمبر	۳۴	نمبر	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰
۳۴	نمبر	۳۵	نمبر	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱
۳۵	نمبر	۳۶	نمبر	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲
۳۶	نمبر	۳۷	نمبر	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳
۳۷	نمبر	۳۸	نمبر	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴
۳۸	نمبر	۳۹	نمبر	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵
۳۹	نمبر	۴۰	نمبر	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶
۴۰	نمبر	۴۱	نمبر	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷
۴۱	نمبر	۴۲	نمبر	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸
۴۲	نمبر	۴۳	نمبر	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹
۴۳	نمبر	۴۴	نمبر	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰
۴۴	نمبر	۴۵	نمبر	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱
۴۵	نمبر	۴۶	نمبر	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲
۴۶	نمبر	۴۷	نمبر	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳
۴۷	نمبر	۴۸	نمبر	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴
۴۸	نمبر	۴۹	نمبر	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵
۴۹	نمبر	۵۰	نمبر	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶
۵۰	نمبر	۵۱	نمبر	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷
۵۱	نمبر	۵۲	نمبر	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸
۵۲	نمبر	۵۳	نمبر	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹
۵۳	نمبر	۵۴	نمبر	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰
۵۴	نمبر	۵۵	نمبر	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱
۵۵	نمبر	۵۶	نمبر	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲
۵۶	نمبر	۵۷	نمبر	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳
۵۷	نمبر	۵۸	نمبر	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴
۵۸	نمبر	۵۹	نمبر	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵
۵۹	نمبر	۶۰	نمبر	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶
۶۰	نمبر	۶۱	نمبر	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷
۶۱	نمبر	۶۲	نمبر	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸
۶۲	نمبر	۶۳	نمبر	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹
۶۳	نمبر	۶۴	نمبر	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰
۶۴	نمبر	۶۵	نمبر	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱
۶۵	نمبر	۶۶	نمبر	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲
۶۶	نمبر	۶۷	نمبر	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳
۶۷	نمبر	۶۸	نمبر	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴
۶۸	نمبر	۶۹	نمبر	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵
۶۹	نمبر	۷۰	نمبر	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶
۷۰	نمبر	۷۱	نمبر	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷
۷۱	نمبر	۷۲	نمبر	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸
۷۲	نمبر	۷۳	نمبر	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹
۷۳	نمبر	۷۴	نمبر	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰
۷۴	نمبر	۷۵	نمبر	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱
۷۵	نمبر	۷۶	نمبر	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲
۷۶	نمبر	۷۷	نمبر	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳
۷۷	نمبر	۷۸	نمبر	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴
۷۸	نمبر	۷۹	نمبر	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵
۷۹	نمبر	۸۰	نمبر	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶
۸۰	نمبر	۸۱	نمبر	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷
۸۱	نمبر	۸۲	نمبر	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸
۸۲	نمبر	۸۳	نمبر	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹
۸۳	نمبر	۸۴	نمبر	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰
۸۴	نمبر	۸۵	نمبر	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱
۸۵	نمبر	۸۶	نمبر	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲
۸۶	نمبر	۸۷	نمبر	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳
۸۷	نمبر	۸۸	نمبر	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴
۸۸	نمبر	۸۹	نمبر	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵
۸۹	نمبر	۹۰	نمبر	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶
۹۰	نمبر	۹۱	نمبر	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷
۹۱	نمبر	۹۲	نمبر	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸
۹۲	نمبر	۹۳	نمبر	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹
۹۳	نمبر	۹۴	نمبر	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰

مستجاب الحاجات

علاء الدین (رحمہ اللہ)

محمّد باقری

सुखदुःख

جیہے مولہ:

५॥

چند

34

五

9

7

۱۱

مطبوعہ شنائتی پریس ہدایوں یوپی

۱۹۳۲ء

112

114.

(5)

DUE DATE

1911-12 Collection

114 129

Re: Sakuma Collection 111 114. 105 111 129			
Date	No.	Date	No.